–Strengthening the Media

پاکستان میں میڈیا کی حفاظت اور آزادی صحافت

آزادی صحافت کے عالمی دن کو یادگار منانے کے لیے پاکستان پریس فاؤنڈیشن (پی پی ایف) کی رپورٹ

جنوری 2019سے اپریل 2020کے دوران پاکستان میں صحافی بڑھتی ہوئی پابندیوں میں اپنی ذمہ داریا ں نبھاتے رہے ہیں لیکن پابندیاں عائد کرنے والوں کا کوئی احتساب ہوتا نظر نہیں آتا۔میڈیا کی ساکھ کو خراب کرنے کے لئے صحافیوں کو ہراساں سے لے کر میڈیا اداروں پر دباؤ ڈالنے اور معاشی پابندیوں تک مختلف ہتھکنڈے آزمائے گئے۔ یہ سال میڈیا کے لیے سخت امتحانات لایا تھیک اس وقت میڈیا COVID-19کی وبا کی کوریج کررہاہے۔دنیا کے دوسرے ممالک کی طرح پاکستانی میڈیا کو بھی ملک میں اس وبا کے پھیلاؤ کی کوریج کے لیے نئے طریقے استعمال کرکنے یا اپنانے پڑے۔

میڈیا کو ملک میں بڑھتے کورونا کیسوں کی کوریج کے دوران سخت جدوجہد کرناپڑی اور کم از کم 38میڈیا کارکنان کا کرونا وائرس ٹیسٹ مثبت آیا ۔یہ اصل تعداد اس سے بھی زیادہ ہوسکتی ہے کیونکہ اب تک نہایت کم میڈیا کارکنان نے وائرس کا ٹیسٹ کروایا ہے۔دو صحافی COVID-19کی وبا کی وجہ سے جاں بحق بھی ہوچکے ہیں۔

میڈیا ورکرز سے یہ توقع کی جاتی ہے کہ وہ ایسے حالات میں سب سے آگے رہیں گے اور اکثر اوقات ایسی صورتحال بھی بھی آتی ہے جب میڈیا ورکرزکومتاثرہ افراد، مقامات سے متاثر ہونے کا خطرہ ہو سکتا ہے ۔میڈیا کارکنان میں اس وائرس کے بڑھتے ہوئے کیسوں کی شرح اس خدشہ کو تقویت پہنچاتی ہے کہ میڈیا کارکنا ن کو اس وائرس سے بچاؤ کے خاطر خواہ اقدامات نہیں کئے جاسکے ہیں۔میڈیاکے اداروں اور حکومت نے ضرورت کے باوجود میڈیا کارکنا ن کو ذاتی تحفظ کے آلات پرسنل پروٹیکٹیو ایکوپمنٹ(پی پی ای) فراہم نہیں کیے۔

دوسری طرف کورونا وائرس کی وجہ سےخود میڈیا کے لیے نئے سوالات سامنے آئے،مثلا اس وبا کی رپورٹنگ کیسے کرنی ہے کہ صحیح اور درست خبریں بروقت فراہم کی جاسکیں چونکہ سوشل میڈیا پر جعلی اور من گھڑت خبریں پھیلائی جارہی ہیں،وائرس پر درست اعدادوشماردینا اور حکومتی بیان بازیوں سے میڈیا کی درست رپورٹنگ کو چھپانے کا انسداد کرنا اور اس کے ساتھ وائرس کی وجہ سےجس نے تقریباً پوری دنیا کو کسی نہ کسی صورت میں لاک ڈاؤن کرنے پر مجبور کر دیا ہے،اس کے معاشی اور مالی نقصانات کی تفصیل فراہم کرنا۔اور ان ذمہ داریوں کی بجا آوری میں میڈیا نے مثالی کردار ادا بھی کیا

2019-20سے متعلقمیڈیا کی حفاظت اور آزادی پرپاکستان پریس فاؤنڈیشن (پی پی ایف)کیرپورٹ میں کرونا وائرس

سےمیڈیا کے لیے پیدا ہونے والے مشکلات کا صحافت کی حفاظت اور آزادی دونوں کے حساب سے موازنہ‌کیاگیا‌یہ رپورٹ اس بات پر بحث کرتی ہے کہ میڈیا اب تک آنے والی آزمائشوں سے کیسےنبردآزمارہا ہے اور اس کے ساتھ میڈیا کارکنان کی حفاظت کے لیے مزید تجاویز کو زیر بحث لائے گی۔

پاکستان میں، جہاں آزادی صحافت کی تاریخ ناتواں رہی ہے،یہ رپورٹ سال2019-20کے دوران آزادی اظہار پر بڑھتی بندشوں،آزادی صحافت اور صحافیوں کی حفاظت سے جڑے عناصر پر بھی روشنی ڈالتی ہے ۔
صحافیوں کو اپنے کام کی وجہ سے مختلف مقامات پر غیض وغضب کاسامنا کرنا پڑا اور جسمانی تشدد کا نشانہ بنایا گیا،دو ایسے واقعات میں دو صحافی اپنی ذمہ داریاں نبھاتے ہوئے جاں بحق ہوئے۔رواں سال ایک ایسے واقعے میں ایک صحافی کو اغوا کرکے ڈرایا دھمکایاگیا۔ایک اور موقعے پر ایک صحافی کے گھر پر چھاپہ ماراگیا اور مایہ ناز لکھاری محمد حنیف کی اردو کتاب چھاپنے والے ایک پبلشنگ ہاؤس کو بھی یہ سب کچھ بھگتنا پڑا۔

اسی دوران پاکستان کی امیگریشن انتظامیہ نے کمیٹی ٹو پروٹیکٹ جرنلسٹس(سی پی جے) کے ایشیا پروگرام کے کوآرڈینیٹر سٹیون بٹلر کے پاکستان میں داخلے کو روکا جو کہ پاکستان میں آزادانہ طور پر آزادی صحافت کے جائزے اور رپورٹنگ تک رسائی سے متعلق پیدا ہونے والی تشویش ناک صورتحال کی عکاس ہے۔

جسمانی تشدد اور جان لیوا دھمکیوں کے ساتھ صحافیوں کو ذاتی طور پر اور آن لائن بھی ہراساں بھی کیا گیا۔یہ دھمکیاں اونچے عہدوں پر موجود افراد کی جانب سے دی گئیں جس کی وجہ سے صحافیوں اور میڈیا اداروں پر دباؤ بڑھ جاتا ہے اور نتیجتا یہ خود ساختہ سینسر شپ پر چلے جاتے ہیں۔یہ دھمکیاں اور ہراسانی اب آن لائن سوشل میڈیا پلیٹ فارم تک پہنچ چکی ہیں جہاں پر میڈیا کے کردار کو نشانہ بنا یا جارہاہے۔ٹویٹر پر میڈیا کے خلاف اکثر اوقات ٹرینڈ چل رہے ہوتے ہیں۔

کم سے کم پانچ صحافیوں کو گرفتار کیا گیا ۔میڈیا کے ہائی پروفائل کیس میں جنگ اور جیو میڈیا گروپ کے چیف ایڈیٹر میر شکیل الرحمان کو 12مارچ2020,کو گرفتار کیا گیا۔رحمان کو قومی احتساب بیورو(نیب) کی جانب سے 34سال پہلے اپنے رہائشی پراپرٹی میں غبن کے الزام میں گرفتار کیا گیا،لیکن اس سے آزادی صحافت کے بارے میں سوال اٹھتے ہیں اور یہ ملک کے سب سے بڑے میڈیا گروپ کو دباؤ میں لانے کا ایک ذریعہ نظر آتاہے۔مقامی اور بین الاقوامی درخواستوں کے باوجود میر شکیل الرحمانجیل کی سلاخوں کے پیچھے ہیں۔

صحافی جو ان پرخطر حالات میں اپنی ذمہ داریاں نبھارہے ہیں،ان کے لیے برسر اقتدار پاکستان تحریک انصاف(پی ٹی آئی)کی حکومت کی سخت پالیسیوں اور مخالفانہ بیان بازی کی وجہ سے مزید مشکلات پیداکردی گئی ہیں،اورانھوں نے2019میں میڈیا کوریج کو غداری سے تشبیہہدے دی۔باوجود اس کے کہ وزیر اعظم عمران خان پاکستان میں آزادی صحافت پر قدغنوں کو مذاق کہہ کر مسترد کرتے ہیں،حکومت کی پالیسیوں اور تجاویز میں میڈیا عدالتوں اور سوشل میڈیا کے قوانین کو دہرایا گیا جو اس بات کا ثبوت ہے کہ میڈیا کی خودمختاری کو کنٹرول کیا جارہاہے۔

اس دوران پاکستان الیکٹرانک میڈیا ریگولیٹری اتھارٹی(پیمرا)نے کئی مواقع پر میڈیا کے لیے ایسی "تجاویز"پیش کیں جس کا مقصد یہ کنٹرول کرنا تھا کہ میڈیا کیا رپورٹ کرسکتا ہے اور کیسی رپورٹنگ ناقابل قبول ہوگی۔

اس دوران کئی ایسے مواقع بھی آئے کہ ایسےٹی وی چینل یا ٹاک شو کی نشریات روک دی گئیں جس میں اپوزیشن پارٹیوں کے سیاستدان سابق صدر آصف علی زرداری اور پاکستان مسلم لیگ نواز(پی ایم ایل-ن)کی نائب صدر مریم نواز کےانٹرویو کیے جارہے تھے۔

جنوری 2019اور اپریل 2020کے دوران سوشل میڈیا کو کنٹرول کرنے کے لیے بھی تجاویز دی گئیں۔جس کے نتیجے میں سوشل میڈیا کمپنیوں نے پاکستا ن کو چھوڑنے کی دھمکی دی اوریہ صورتحال آن لائن اظہار رائے کی آزادی کے لئے ایک سنگین مثال بنی۔

ایسے ماحول میں جہاں صحافی حکومتی اور دیگر سرکاری عہدیداروں کے دبائو کا شکار ہیں اور اکثر اوقات اپنے کام کی وجہ سے زبانی اورجسمانی طور پر خوفزدہ بھی کئے جاتے ہیں،ایسے واقعات پاکستان میں آزادی صحافت اور صحافیوں کی حفاظت کا تاریک پہلو پیش کرتے ہیں۔

پہلا حصہ : **COVID-19**کے دوران میڈیا کی حفاظت اور ابھرتے امتحانات

1مئی تک پاکستان میںCOVID-19کے 17,000کیس اور 400اموات رپورٹ ہوئی ہیں۔میڈیا اس وائرس سے متاثر ہونے کے خطرے کے باوجود ان نئے اور مشکل حالات میں ملکی صورتحال کے ساتھ ساتھ بین الاقوامی حالات پربھیلمحہ بہ لمحہ خبریں فراہم کررہاہے۔

میڈیا اداروں کو چاہیے کہ وہ اپنے اسٹاف کے بچاؤ کو یقینی بنائےجو نیوزرومز میں اور مختلف مقامات پر کام کررہے ہوں جیسے ہسپتال،قرنطینہ مراکز،سرکاری دفاتر،مساجد اور دیگر مقامات جہاں پر لوگوں کے زیادہ جمع ہونے کی وجہ سے سماجی دوری اختیار کرنے میں مشکلات کاسامنا ہو۔

میڈیا کارکنان میں تشویشناک حد تک کرونا وائرس کے کیسز رپورٹ ہوئے ہیں اور کم سے کم 38میڈیا کارکنان کا کرونا وائرس کا ٹیسٹ مثبت آیا ہے۔

یہ اعدادوشمار یہ ظاہر کرتے ہیں کہ میڈیا کے ادارے اپنے سٹاف کو ضروری تحفظ کا سامان پرسنل پرٹیکٹیوایکوییپمنٹ(پی پی ای)فراہم کرنے میں ناکام رہے ہیں اور اپنے ان اسٹاف ممبران کے ساتھ جو ضروری حفاظتی پروٹوکول کی پیروی نہیں کررہے ان کے ساتھ باقاعدہ روابط قائم کرکے انھیں ضروری حفاظتی تدابیر اختیارکرنے کے بارے میں نہیں بتاپائے۔

کرونا وائرس کی وبا پاکستان میں پھوٹنے سے لے کر اب تک اس نے دو صحافیوں کی جان لے لی ہے۔27اپریل کو ایک سینئیر صحافی اور ایسوسیٹڈ پریس آف پاکستان(اے پی پی) کے مزدور یونین کے سابق صدر ظفر رشید بھٹی کا انتقال ہوا۔ہفتے کے آخر میں 30 اپریل کو، روزنامہ خبریں کے کرائم رپورٹر محمد انور بھی سکھر میںCOVID-19کی وجہ سے انتقال کرگئے۔

الجزیرہ کی 19اپریل کو شائع ہونے والی رپورٹ کے مطابق پاکستان میں کم از کم 12صحافیوں کا COVID-19کا ٹیسٹ مثبت آیا ہے۔اس رپورٹ میں مزید بتایا گیا کہ بہت سے صحافیوں نے ضروری حفاظتی آلات کے نہ ہونے کی شکایات کیں۔تب سے لے کر اب تک مزید کیسز کی تصدیق ہوئی ہے۔

27اپریل کو اے آر وائی کے سی ای او سلمان اقبال نے احتیاطی تدابیر اختیار کرتے ہوئے اسلام آباد آفس میں کرونا وائرس کے ٹیسٹ کروائے جس میں 20میں سے آٹھ افراد کے ٹیسٹ مثبت آئے جبکہ دو ملازمین میں مرض کی علامات پائی گئیں۔ان کا کہناتھا کہ اس کے بعد اسلام آباد آفس کو بند کردیاگیا ہے اور تمام اسٹاف کے ٹیسٹ کروائے جائیں گے۔ان کا مزیدکہناتھاکہ آفس کو سینیٹائز کیا جائے گا۔

کچھ دنوں بعد اقبال نے دوبارہ خبر دی جس میں ان کا کہنا تھا کہ کل 119ٹیسٹ کیے گئے جس میں 55 کا رزلٹ منفی آیا جبکہ 12افراد کے رزلٹ مثبت آئے۔اے آر وائی کے سی ای او کا مزید کہناتھا کہ آفس اور ٹرانسپورٹ کی گاڑیوں پر جراثیم کش اسپرے کردیاگیا ہے اور اسٹاف کے لیے پی پی ایز خرید لی گئی ہیں۔

پشاور میں دو مختلف چینلوں کے لیے بطور رپورٹر کام کرنے والے دو بھائیوں،جی این این کے آصف شہزاد اور سچ ٹی وی کے واجد شہزاد کا ٹیسٹ مثبت آیا ۔آزاد کشمیر اور جموں کشمیر کے دو صحافیوں میں بھی کرونا پایا گیا۔

دی نیشن نے خبر دی کہ25 اپریل کو اے پی پی کے اسلام آبادمیں واقع آفس کو 27اپریل تک بند کردیاگیا جب اس کے ایک ملازم کا کرونا وائرس کا ٹیسٹ مثبت آیا۔
پاکستان فیڈرل یونین آف جرنلسٹس(پی ایف یو جے) نے میڈیا کارکنان میں وائرس کے بڑھتے کیسوں پر گہری تشویش کا اظہار کیا۔دی نیوز کے مطابق،پی ایف یو جے نے میڈیا ہاؤسز کو خبردار کیا کہ "فوری طور پر صحافیوں اور میڈیا کارکنان کی حفاظت اور بچاؤ کے لیے ضروری اقدامات اٹھائے جائیں وگرنہ اس وبا سے صحافیوں کی جانوں کے ضیاع کا ذمہ دارانھیں ٹھہرایا جائے گا"۔

میڈیا کی حفاظت کے لیے حکومتی تدابیر

مارچ میں جاری کردی ایک اعلامیہ میں پی ایف یو جے نے میڈیا کارکنان کے لیے حفاظتی تدابیر کی مانگ کی۔کئی مواقع پر حکومت نے دعوی کیا کہ وہ میڈیا کارکنان کو ضروری حفاظتی سامان پی پی ای فراہم کرے گی۔
1اپریل کو وزیر اعظم کی اس وقت کی معاون خاص برائے اطلاعات فردوس عاشق اعوان کا کہناتھا کہ حکومت قرنطینہ مراکز اور آئی سی یو جاکرCOVID-19 پررپورٹنگ کرنے والے صحافیوں کو حفاظتی گئیر کی کٹ فراہم کرے گی۔

ڈان کی ایک رپورٹ کے مطابق اعوان کا کہناتھا کہ صحافی ان حالات میں"قائدانہ کردارادا کررہے ہیں"اور "ان کی صحت اور بچاؤ کے لیے اقدامات اٹھائے جارہے ہیں"۔اس کے علاوہ ان کا مزید کہناتھا کہ حکومت ایک ایپ "کیئر فار میڈیا"متعارف کرائےگی جو صحافتی حلقوں میں وائرس سے متاثرہ افراد کو معلومات فراہم کرےگی اور ان کے علاج میں ان کی مددگار ثابت ہوگی۔

3اپریل اے پی پی نے خبر دی کہ وزیراعظم عمران خان نے پانچ ممبران کی ایک کمیٹی بنائی جو کہ کرونا وائرس کی وجہ سے پیدا حالات میں میڈیا انڈسٹری اور میڈیا کارکنان کی حفاظت کے لیے اقدامات کرےگی۔رپورٹ کے مطابق یہ کمیٹی پاکستان براڈ کاسٹرز ایسوسیشن(پی بی اے) کی جانب سے وزیر اعظم کو حکومتی مدد کے لیے لکھے گئے خط کے بعد بنائی گئی۔

لیکن صحافیوں میں کرونا کے بڑھتے کیس یہ ظاہر کرتے ہیں کہ حکومتی لیڈران کی جانب سے کیے گئے ان دعووں کو عملی جام نہیں پہنایا گیا ہے اور نہ ہی میڈیا کرکنان کی حفاظت کے لیے کوئی منصوبہ بندی کی گئی۔

اس وقت کسی بھی میڈیا تنظیم نے جیسےکہ پاکستان براڈ کاسٹرز ایسوسی ایشن،آل پاکستان نیوزپیپرز سوسائٹی(اے پی این ایس)،کونسل آف پاکستان نیوزپیپرایڈیٹرز(سی پی این ای) کی جانب کوئی واضح رہنمائی نہیں دی ہے کہ میڈیا ادارے اور کارکنان اس وبا کی کوریج کے دوران اپنی حفاظت کے لیے کیا تدابیر اختیار کریں۔

میڈیا تنظیموں اور حکومت دونوں کو یقینی بنانا چاہیے کہ میڈیا کو ضروری سازوسامان میسر ہوں اور تمام احتیاطی تدابیر پر عملدرآمد یقینی بنائیں۔

کروناوائرس کی کوریج کے لیے بنیادی اصولوں کا تعین

پاکستان میں 26فروری کو کرونا وائرس کے پہلے کیس کی تصدیق ہوئی۔یہ صوبہ سندھ میں آیا تھا اور ابتدائی طور پر صوبائی محکمہ صحت نے اس کی تصدیق کی جس کے بعد وزیراعظم کے معاون خصوصی برائے صحت ڈاکٹر ظفر مرزا نے ملک کے پہلے دو کیسوں کی تصدیق کی۔

لیکن اس وقت میڈیا میں اس بارے میں رہنمائی کی کمی نظر آرہی ہے کہ ان کیسوں کی رپورٹنگ کیسی کرنی ہے اور کتنی حد تک معلومات لوگوں تک پہنچانی چاہیے۔ایک رپورٹ میں اس فرد کا نام اور ذاتی معلومات تک دی گئیں، جو ملک کا پہلا کیس تھااور اس رپورٹ کو کئی نیوز چینلوں نے دکھایا تھا۔

اگلے روز وزیراعلی سندھ مراد علی شاہ کا ایک پریس کانفرنس کرتے ہوئے کہناتھا کہ مریضوں کی شناخت محفوظ رکھنا ضروری ہے۔
COVID-19کے پہلے کیس سے پہلے ہی ملک اس وائرس سے نبردآزماتھا۔اس کا پہلا مرحلہ چین سے پاکستانی شہریوں کی وطن واپسی کا بندوبست کرناتھا۔3فروری کو چین میں پھنسے کچھ پاکستانی شری وطن واپس آنا شروع ہوئے۔ووہان میں موجود طلباۓ کو وطن واپس نہیں لایا گیا۔

اگلا بڑا مرحلہ ان ایران جانے والے زائرین کی واپسی کا تھا۔ان زائرین کو پاکستان ایران کے بارڈر پر واقع بلوجستان کے علاقے تفتان میں قرنطینہ مراکز میں رکھنے پر بہت زیادہ تنقید ہوئی اور میڈیا نے ان کیمپوں کی حالت زار پر رپورٹنگ کی۔

ایکسریس ٹریبیون کے مطابق بلوچستان کے وزیر اعلی کا کہناتھاکہ کہ" یہ بڑے افسوس کی بات ہے کہ کچھ تجزیہ نگار تفتان کو پاکستان 'ووہان'کہہ رہے ہیں".اس کے ساتھ رپورٹ میں ان کے حوالہ سے یہ بھی کہا گیا کہ "اینکر پرسن،سیاستدان اور ٹی وی پر موجودتجزیہ نگار کرونا وائرس کو سنجیدہ نہیں لے رہے"۔

مزید یہ کہ وزیر اعلی اور وزیر اعظم کے معاون خصوصی برائے اوورسیز پاکستانیز اور ہیومن ریسورس ڈیولیپمنٹ سید ذوالفقار عباس بخاری دونوں نے ٹویٹ میں تفتان کے قرنطینہ مراکز پر دی گارڈین کی رپورٹ کو غلط قراردیا۔

پاکستان میں کووڈ - 19کے سامنے آنے والے کیسز کا ڈیٹا

پاکستان میں کووڈ – 19 کی کوریج کرتے ہوئے کیسز، اموات اور صحتیاب ہوجانے والوں سے متعلق صحیح دستیاب اعداد و شمار تک رسائی ایک چیلنج ہے۔یہ ایک بڑی حد تک چیلنج ہے کیونکہ دونوں صوبائی حکومتوں کے ساتھ ساتھ وفاقی حکومت بھی معلومات فراہم کررہی ہے۔

سندھ کے معاملے میں صوبائی حکام اور وفاقی حکومت کے درمیان اختلافات ظاہر ہوئے جس کی عکاسی شیئر کیے گئے اعداد و شمار کرتے ہیں۔

ایسی ہی ایک مثال دیکھنے میں آئی جب کراچی میں نو کیسوں کی تصدیق ہوئی۔وفاقی حکومت کے عہدیدار ڈاکٹر مرزا نے بتایا کہ یہ کیسز پہلے سے تصدیق شدہ کیسز میں شامل ہیں جب کہ صوبائی حکومت نے کہا کہ آٹھ کیسز کی ٹریول ہسٹری ہے ۔ ڈاکٹر مرزا نے بعد میں اپ ڈیٹ کے ساتھ ہی اپنا ٹویٹ ڈیلیٹ کردیا تھا۔

اسی طرح ایک اور موقع پر ایکسپریس ٹریبیون کے مطابق 17 مارچ کو سرکاری ویب پورٹل پر ظاہر ہونے والی اپ ڈیٹ کی بنیاد پر رائٹرز سمیت مختلف نشریاتی اداروں نے رپورٹ کیا کہ پاکستان نے وائرس سے پہلی موت کی تصدیق کردی ہے۔ تاہم وزیر اعلی پنجاب عثمان بزدار نے موت کی رپورٹ کی تردید کی جن کا کہنا تھا کہ موت کورونا وائرس کی وجہ سے نہیں ہوئی ہے۔

اگلے ہی روز گلگت بلتستان میں بھی ایسی ہی تذبذب دیکھنے میں آیا ۔ ڈان ڈاٹ کام کے مطابق موت کی تصدیق کے فورا بعد ہی ، جی بی حکومت خبر سے پیچھے ہٹ گئی ۔ رپورٹ کے مطابق جب ڈاکٹر مرزا نے اس خبر کی وضاحت کی تو انہوں نے "حکومت کی جانب سے غلط فہمی کا اعتراف نہیں کیا بلکہ اس کا الزام میڈیا پر عائد کیا"۔

ڈاکٹر مرزا نے خاص طور پر جیو کو اس خبر کے لئے ذمہ دار ٹھہریا اور مزید کہاکہ : "میں میڈیا رپورٹرز سے گزارش کرتا ہوں کہ خبر کو پہلے بریک کرنے کے لئے براہ کرم غلط اطلاع نہ دیں۔ حقائق پر کئی بار نظر ثانی کریں۔

اس طرح کے تضادات میڈیا کے لیے چیلنج کا سبب بنتے ہیں کیونکہ وہ مختلف حکومتی حکام کے متضاد معلومات کو جمع کرتے ہیں۔ مزید یہ کہ مختلف سرکاری عہدیدار جب خبر سے پیچھے ہٹ جاتے ہیں تو ایسے حالات میں اطلاعات دینا اور بھی مشکل ہوجاتا ہے۔ سرکاری عہدیداروں نے ان حالات میں صحافیوں کو بھی مورد الزام ٹھہرایا ہے جس پر مذکورہ بالا گفتگو کی گئی اور جس کی وجہ سے خبر رساں اداروں کی ساکھ پر بھی سوالات اٹھتے ہیں۔

فی الحال ، مختلف صوبوں کے صوبائی حکام سامنے آنے والے نئے کیسز ، اموات کے ساتھ ساتھ صحتیاب ہونے والے کیسز کے بارے میں روزانہ تازہ ترین معلومات فراہم کررہے ہیں۔ اس کے علاوہ وفاقی حکومت نے ایک ویب سائٹ قائم کی ہے تاکہ صوبہ / علاقے کے اعتبار سے کیسز کی روزانہ کی بنیاد پر تازہ صرتحال وغیرہ کی معلومات فراہم کی جاسکے۔

سوشل میڈیا کے ذریعے جعلی خبروں / غلط معلومات کا پھیلنا

سوشل میڈیا پلیٹ فارم جیسے فیس بک اور ٹویٹر اور واٹس ایپ جیسے میسجنگ پلیٹ فارم کے توسط سے غلط ، غیر تصدیق شدہ اور جعلی خبروں کے پھیلاؤ نے مرکزی دھارے کے ذرائع ابلاغ کے لئے ایک پریشانی پیدا کردی ہے جب کہ وہ خبروں کے حوالے سے درست اطلاعات دینے کی کوشش کر رہا ہوتا ہے۔ اس لیے وائرس کی کوریج کے لیے میڈیا کو ایک اضافی کردار ادا کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔

حال ہی میں ڈان ڈاٹ کام کے ٹیمپلیٹ کا استعمال کرتے ہوئے ایک جعلی پوسٹ آن لائن گردش میں تھی جس میں یہ دعوی کیا گیا تھا کہ پاکستان کے آرمی چیف کورونا وائرس سے "ممکنہ طور پر متاثر ہوچکے" اور سیلف کوارنٹین میں جاچکے ہیں ۔ نیوز ویب سائٹ نے واضح کیا ہے کہ یہ ڈاکٹرڈ پوسٹ ہے اور اس پوسٹ کو ہٹانے کے لئے فیس بک سے بھی رابطہ کرلیا گیا ہے۔

کچھ ایسے واقعات بھی پیش آئے ہیں جہاں مین اسٹریم میڈیا نے غیر تصدیق شدہ نیوز ذرائع سے خبریں حاصل کیں اور اسی طرح غلط معلومات کو دوبارہ پھیلا دیا۔

ڈان نیوز ٹی وی نے بی بی سی ورلڈ سروس سے خبر لی جس میں بتایا گیا کہ برطانیہ کے وزیر اعظم بورس جانسن کورونا وائرس کی وجہ سے چل بسے ہیں ۔ تاہم بعد میں یہ خبر غلط ثابت ہوئی جس پر انھیں میڈیا ریگولیٹری اتھارٹی ، پاکستان الیکٹرانک میڈیا ریگولیٹری اتھارٹی (پیمرا) کی جانب سے جرمانے کا سامنا کرنا پڑا ہے۔

کووڈ – 19 کی کورنگ کے لیے رسائی

ملک کے کچھ صوبوں نے ایسے اقدامات اٹھائے ہیں جس میں وائرس کو چھپانے کے لئے صحافیوں کے وسائل اور معلومات کو محدود کیا گیا ہے۔

مارچ کے آخر میں حکومت پنجاب نے "غیر مجاز صحت حکام" کو میڈیا پربیانات دینے سے روک دیا. دی نیوز کے مطابق ، یہ جعلی خبروں اور غلط معلومات کے پھیلاؤ کو روکنے کی کوشش کی مد میں کیا گیا اقدام ہے۔

23 اپریل کو ڈان رپورٹ کے مطابق صوبہ خیبر پختونخوا میں ایک کیمرہ پرسن کی مثبت رپورٹ آنے کے بعد لیڈی ریڈنگ اسپتال کی انتظامیہ کی جانب سے اسپتال کے احاطے میں میڈیا کوریج پر پابندی عائد کردی گئی۔ رپورٹ کے مطابق کیمرہ مین "مبینہ طور پر کووڈ 19 مریضوں کی کوریج کر رہا تھا"۔

ڈان نے رپوٹ کیا کہ خیبر پختونخواہ کی صوبائی حکومت نے اس وائرس کی وجہ سے ہلاک ہونے والے صحافیوں کے لئے 1 ملین روپے کی منظوری دے دی ہے مزید بتایا گیا کہ اگر کوئی صحافی کووڈ 19 سے متاثر ہوتا ہے تو حکومت ان کے علاج کا خرچ برداشت کرے گی۔

کووڈ 19 کی میڈیا کوریج بارے حکومتی بیانات

وزیر اعظم عمران خان نے گذشتہ ماہ کے دوران متعدد بار میڈیا پر بریفنگ دیں جس میں انھوں نے کورونا وائرس کے حوالے سے مختلف پیشرفتوں پر تبادلہ خیال کیا۔

اس طرح 24 مارچ کو ہونے والی ایک بریفنگ میں وزیر اعظم سے اپنا سوال پوچھنے سے پہلے ایک صحافی نے کہا کہ وہ سخت سوالات کرنے سے گریز کرتے ہیں کیوں کہ اگلی بریفنگ میں انہیں بلیک لسٹ میں شامل کیا جاتا ہے۔ صحافی کا سوال چین میں پاکستانیوں کے لئے استعمال کیے جانے والے نقطہ نظر کے مقابلے میں ایران سے سرحدی شہر تفتان آنے والے زائرین کو سنبھالنے کے لئے حکومت پر ہونے والی تنقید سے متعلق تھا۔ اپنے سوال کے علاوہ صحافی نے تبصرہ کیا کہ جنوری کے بعد سے دو مہینوں تک ، یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وزیر اعظم "میڈیا پر برہم" رہے اور انہوں نے اپنی بات کی دلیل میں مختلف مثالیں بھی دیں۔

جواب میں ، وزیر اعظم نے کہا کہ اس موقع کو استعمال کیا جانا چاہئے تاکہ لوگوں کو کورونا وائرس سے آگاہ کیا جائے اور مزید کہا کہ خوف و ہراس پھیل نہ جائے۔

میڈیا پر تبصرہ کرتے ہوئے وزیر اعظم نے نے صحافی کو چیلنج کیا کہ وہ مغربی جمہوریت میں ایک ایسی مثال تلاش کریں جس میں میڈیا اتنا آزاد ہو جس طرح پاکستان میں ہے۔ انہوں نے مزید کہا کہ پاکستان میں جس طرح کے الزامات عائد کیے جاتے ہیں اگر وہ مغربی جمہوریتوں میں لگائے جائیں تو بے بنیاد قوانین اخبارات / چینلز کی بندش کا باعث بنیں گے۔

خوف و ہراس پھیلانے سے گریز کرنے کا یہ جذبہ وہی ہے جو متعدد مواقع پر وزیر اعظم نے دہرایا ہے۔ مزید برآں ، جیسا کہ پہلے تبادلہ خیال کیا گیا ہے جب سرکاری حکام معلومات پر پیچھے ہٹ گئے ہیں ، اس سے قبل انہوں نے خود انکشاف کیا تھا ، انہوں نے میڈیا پر زور دیا ہے کہ وہ ذمہ داری سے کام کریں۔ اس سے ذرائع ابلاغ پر دباؤ پڑتا ہے کہ وہ سرکاری اہلکاروں کے بیانات کے ساتھ اپنی معلومات کو متوازن رکھیں۔

ڈان ڈاٹ کام کی خبر میں بتایا گیا کہ رواں ماہ کے آغاز میں انفارمیشن اینڈ براڈکاسٹنگ ایس اے پی ایم ، اعوان نے کہا تھا کہ وزارت اطلاعات انٹر- سروسس پبلک ریلیشن کے ڈائریکٹر جنرل کے ساتھ "کورونا وائرس کی صورتحال پر میڈیا کو مربوط اور مختصر معلومات فراہم کرے گی"۔

انہوں نے کہا کہ میڈیا اس وبائی بیماری کو شکست دینے میں وزارت اطلاعات اور آئی ایس پی آر کا دائیں ہاتھ بن سکتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ مل کر ہم اس بات کو یقینی بنائیں گے کہ لوگوں کو درست معلومات فراہم کی جائیں۔

اگرچہ میڈیا وزیر اعظم کے ساتھ ساتھ دیگر سرکاری عہدیداروں کی بریفنگ سے فائدہ اٹھاتا ہے تاہم خوف و ہراس پھیلانے سے بچنے اور ریاست کے ساتھ کام کرنے پر بار بار زور دینے سے میڈیا پر اس خاص طرح سے رپورٹ کرنےکا بوجھ پڑتا ہے جو حکومت کے لئے قابل قبول ہو۔

معاشی دباؤ

تمام کاروباری اداروں اور صنعتوں کی طرح ، میڈیا تنظیموں کو بھی لاک ڈاؤن کے معاشی اثر اور کورونا وائرس کے دیگر نتائج سے نمٹنا ہےپچھلے دو سالوں سے میڈیا پہلے ہی سخت مالی بحران کا شکار تھا جس کے نتیجے میں سیکڑوں میڈیا کارکنوں کیچھانٹیاں ہوئیں اور اس وبا سے ان کے لئے مزید مشکلات پیدا ہونے کی توقع ہے۔

ایسے وقت میں جہاں میڈیا آؤٹ لیٹ میں اشتہارات دینے سے روکنے کے حکومتی فیصلے کے ساتھ ساتھ میڈیا کے ادارے اشتہار کی آمدنی میں کمی کی وجہ سے جدوجہد کر رہی ہیں ، کورونا وائرس نے میڈیا ہاؤسز کی مالی جدوجہد میں بہت زیادہ اضافہ کیا ہے اور اشتہارات کی آمدنی میں زبردست کمی کا مشاہدہ کیا جارہا ہے۔

اس طرح کا ایک اور شعبہ جہاں یہ معاشی اثر دیکھا جاسکتا ہے وہ ہے اخبارات کی تقسیم میں ممکنہ کمی۔

اخبار کے قارئین کے لئے حفاظتی انتباہ شیئر کیا گیا ہے۔ اس اشتہار کو اس سوال کے جواب کے ساتھ شروع کیا گیا تھا کہ کیا یہ وائرس اخبارات کے ذریعے پھیل سکتا ہے"بالکل نہیں" ۔

اے پی این ایسنے اخبار تقسیم کرنے والوں اور فروخت کنندگان سے کہا ہے کہ وہ "تقسیم کے دوران خاص طور پر حفظان صحت سے متعلق خیال رکھیں"۔

اشتہار میں لکھا گیا ہے کہ ، "اضافی طور پر اخبارات کے اداروں نے صفائی کے سخت اقدامات پر عمل درآمد کیا ہے۔"

انہوں نے مزید کہا کہ اضافی احتیاط کے طور پر قارئین اخبار پڑھنے کے بعد 20 سیکنڈ تک اپنے ہاتھ دھو سکتے ہیں۔

اگرچہ اے پی این ایس نے تقسیم کاروں کی حفظان صحت کو یقینی بنانا اور قارئین کو ہاتھ دھونے کا مشورہ دینے جیسے بنیادی پالیسیاں مہیا کیں ہیں ، لیکن یہ ان قارئین کے خوف کو دور کرنے میں کارآمد نہیں ہوسکتی ہے جو اپنے کاغذات منسوخ کرنے کا انتخاب کرسکتے ہیں۔ اے پی این ایس کو تقسیم کی سہولیات پر حفظان صحت کو یقینی بنانے کے لئے رکھے گئے اقدامات ، محفوظ ترسیل کو یقینی بنانے کے لئے اقدامات کے ساتھ ساتھ کاغذ موصول ہونے پر قارئین کو کیا اقدامات اٹھانا ہوں گے کے بارے میں ایک تفصیلی ہدایت نامہ جاری کرنا چاہئے۔

کووڈ 19 کےدوران میڈیا کی حفاظت کے لئے سفارشات:

میڈیا کے پیشہ ور افراد کورونا وائرس کے پھیلاؤ کے دوران کام کر رہے ہیں ان کے لئے خطرات کو کم سے کم کرنے کے مقصد سے میڈیا کے لیے اس مشکل گھڑی میں آسانیاں دینے کے لیے پی پی ایف کی جانب سے مندرجہ ذیل سفارشات کی گئیں ہیں:

● میڈیا اداروں کو ایک معیاری آپریٹنگ طریقہ کار تیار کرنا چاہئے تاکہ کورونا وائرس کو محفوظ طریقے سے کور کیا جا سکے اور ان کی ممبر تنظیموں کے ذریعہ ان کے نفاذ کی نگرانی کی جاسکے۔

● حکومت کو میڈیا ہاؤسز کی مدد کرنی چاہئے اور یہ یقینی بنانا چاہئے کہ میڈیا کارکنان کو جو اکثر فرنٹ لائن پر ہوتے ہیں حفاظتی اقدامات کے ساتھ ساتھ علاج معالجے کی لاگت بھی مہیا کی جانی چاہیے۔

● ہر سطح پر حکومت اس وقت کے دوران آزادانہ معلومات کے بہاؤ کی ضرورت کو پہچانے اور اظہار رائے کی آزادی کے حق کا احترام کرے۔

●ان صحافیوں کو رہا کریں جو اپنے کام کی وجہ سے گرفتار ہوئے ہیں۔

●میڈیا ہاؤسز اس بات کو یقینی بنائیں کہ تمام عملے کو ضروری پی پی ای مہیا کیا گیا ہو اور ان کی حفاظت کے لیے ان حفاظتی اقدامات کے نفاذ کے ساتھ ساتھ وہ جن کے ساتھ وہ بات چیت کرتے ہیں۔

●میڈیا ہاؤسز کو اپنے عملے کو ہیلتھ انشورنس فراہم کرنا چاہئے خاص طور پر ان لوگوں کو جو اس سے ممکنہ طور پر متاثر ہوسکتے ہوں۔

●میڈیا ہاؤسز وبائی مرض کی کوریج کرنے والے عملے کے لئے مشاورت کی خدمات پیش کریں۔

میڈیا ورکرز کو جاب سیکیورٹی فراہم کرے جب کہ وہ اس بدلتی صوتحال کے پیش نظر گھروں سے اپنی خدمات انجام دے رہے ہیں۔

●فری لانسرز ، فکسرز اور دیگر کو ضروری تحفظ فراہم کیا جانا چاہئے۔

حصہ دوم: 2019 تا اپریل 2020 کے دوران میڈیا سیفٹی اور پریس کی آزادی

ذرائع ابلاغ پر حملے

پاکستان میں میڈیا کے عملے کو ان کے کام کے لئے اکثر جسمانی حملوں کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔ پچھلے ایک سال میں صحافیوں کو ان کے کام کی وجہ سے ہلاک کیا گیا ہے۔ انہیں تشدد اور ہتھیاروں کا نشانہ بھی بنایا گیا ۔ اس طرح کے جسمانی اور جذباتی صدمے کے حملوں کے علاوہ وہ صحافیوں کو خوف زدہ کرنے اور تنقیدی کوریج کو مزید مشکل کرنے کے لئے ایک طریقہ کار اپناتے ہیں۔

اس عرصے میں پی پی ایف نے اپنے کام کی وجہ سے قتل ہونے والے دو صحافیوں کے قتل، میڈیا افراد پر جسمانی حملہ کے 16 واقعات ، 17 واقعات جہاں انہیں دھمکی دی گئی یا ہراساں کیا گیا تھا ، اغوا کا ایک کیس اور ایک صحافی کے لاپتہ ہونے کے ایک کیس کی دستاویز مرتب کیں۔ ایک صحافی کی رہائش گاہ پر چھاپہ مارا گیا جبکہ ایک واقعہ ایک پبلشنگ ہاؤس کے دفاتر پر چھاپے کا بھی پیش آیا ۔ ایک ایسا واقعہ بھی ہوا جہاں میڈیا ہاؤس کے خلاف مظاہرے کیے گئے۔

صحافیوں کا قتل

جنوری 2019 سے اپریل 2020 تک پی پی ایف نے دو واقعات کی دستاویزمرتب کیں جس میں ایسا لگتا ہے کہ صحافیوں کو ان کے کام کی وجہ سے ہلاک کیا گیا تھا۔

31 اگست کو ، 92 نیوز کے نمائندے مرزا وسیم بیگ کو پاکستان کے سب سے زیادہ آبادی والے صوبہ ، پنجاب کے شہر گجرات میں گولی مار کر ہلاک کردیا گیا۔ نیوز چینل کے مطابق ، "نامعلوم حملہ آوروں" نے اس کے گھر کے سامنے اس پر فائرنگ کی اور اسے گولیوں کے چھ زخم آئے ۔ اسے اسپتال منتقل کیا گیا جہاں وہ زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے چل بسا۔

صوبائی وزیر اعلی عثمان بزدار نے قتل کا نوٹس لیتے ہوئے گجرات کے ضلعی پولیس آفیسر سے رپورٹ طلب کی تھی۔

اگرچہ یہ کہنا ابھی تک حتمی نہیں ہے کہ بیگ کو ان کے کام کی وجہ سے ہلاک کیا گیا تھا ، لیکن مختلف افراد جو بیگ کو جانتے تھے اور ساتھ ہی اس کی موت کی تفتیش کر رہے تھے انھوں نے کہا ہے کہ یہ ان کی رپورٹنگ کی نوعیت کی وجہ سے ہے۔

بیگ ہلاکت سے پہلے گجرات کے قصبے سرائے عالمگیر میں مقامی گروہوں کے بارے میں رپورٹنگ کر رہے تھے
۔

بیگ کی موت کی تفتیش ٹیم کے انچارج پولیس افسر عامر عباس نے پی پی ایف کو بتایا کہ صحافی کو اس وقت ہلاک کیا گیا جب وہ بھتہ خوری میں مہارت رکھنے والے ایک مجرم گروہ کی سرگرمیوں کی کوریج میں مصروف تھے ۔ عباس نے بتایا کہ مقتول صحافی نے ان کے بارے میں متعدد رپورٹس کیں جن سے انہیں "ناراض کیا گیا" اور اس نے پولیس کو اس گینگ میں کون ملوث تھا اس کے بارے میں بھی آگاہ کیا تھا ، لہذا انہوں نے اسے مار ڈالا اور موقع سے فرار ہوگئے۔

مزید برآں ، گجرات پریس کلب کے سابق صدر اور گجرات کے ایک سینئر صحافی نے کہا کہ بیگ کے قتل کے پیچھے ان کی مجرم گروہ پر کی گئی کوریج تھی۔

بیگ کی بیٹی غانیہ ملک نے پی پی ایف کو بتایا کہ جولائی 2019 میں ان کے والد نے انہیں بتایا تھا: "میری جان کو خطرہ ہے۔"

اس کی موت کو یاد کرتے ہوئے انھوں نے بتایا کہ وہ سب گھر پر تھے جب اس کے والد باہر کار کھڑی کرنے گئے تھے تو اچانک انہیں فائرنگ کی آواز سنائی دی۔ وہ باہر بھاگے اور دیکھا کہ تین افراد جائے وقوعہ سے فرار ہو رہے تھے جب کہ ان کے والد زمین پر پڑے ہوئے تھے۔ انہوں نے بتایا کہ پولیس وین ان کے گھر سے قریب ایک کلومیٹر دور تھی لیکن 45 منٹ بعد جائے وقوع پر پہنچی۔

ملک نے کہا کہ وہ اپنے والد کے قتل کی تحقیقات سے پوری طرح مطمئن نہیں ہیں۔

بیگ کی اہلیہ ، صفیہ وسیم نے بھی رپورٹرز ودتھ آوٹ بارڈرز سے اس کی تصدیق کی۔ انہوں نے بتایا کہ بیگ کے قتل کے تناظر میں دھمکیاں ملنے کے بعد اس کے اہل خانہ اورانہیں خود کو محفوظ مقام پر منتقل ہونے پر مجبور کردیا گیا تھا۔

دوسرا معاملہ فروری 2020 میں کے ٹی این نیوز چینل اور سندھی زبان کے روزنامہ کاوش سے وابستہ صحافی عزیز میمن کا قتل ہے۔

میمن کی لاش 16 فروری 2020 کو محراب پور،ضلع نوشہرو فیروز،سندھ میں پانی کی ایک نہرسے ملی تھی۔ ذرائع کے حوالے سے روزنامہ ڈان نے بتایا کہ میمن نے ایک کیمرہ مین سے کہا تھا کہ وہ اس کو جگہ پر چھوڑ دے جہاں اسکو ایک تقریب میں شریک ہونا تھا۔ . بعد میں دیہاتیوں نے اس کی لاش نہر میں ڈالی۔

رپورٹ کے مطابق صحافی کو "اپنے 30 سالہ طویل کیریئر کے دوران" اکثر اس کے سنگین نتائج کی دھمکیاں ملتی تھیں "۔ اس طرح کا ایک خطرہ ممبر قومی اسمبلی کی طرف سے تھا ، جس کے بعد وہ اپنا آبائی شہر چھوڑ کر کچھ عرصے کے لئے اسلام آباد چلے گئے تھے۔

ایک رپورٹ کے مطابق اپنی موت سے تقریبا ایک سال قبل صحافی نے ایک ویڈیو جاری کی تھی جس میں انھوں نے بتایا تھا کہ صوبہ سندھ میں حکمران جماعت پاکستان پیپلز پارٹی (پی پی پی) کے اہلکاروں نے مقامی پولیس کے ساتھ مل کر انہیں اپنی رپورٹنگ کے لئے دھمکی دی تھی۔ میمن کی رپورٹ میں یہ الزام بھی شامل کیا گیا تھا کہ پیپلز پارٹی کے چیئرپرسن بلاول بھٹو زرداری کے ٹرین مارچ میں شرکت کے لئے لوگوں کو ادائیگی کی گئی تھی۔

ڈان نیوز کے مطابق میمن کی موت کے پیش نظر ، وفاقی وزیر فواد چوہدری نے چیف جسٹس آف پاکستان سے صحافی کی "پراسرار موت کا نوٹس لینے" کی درخواست کی تھی۔

دریں اثنا بلاول نے بھی اس قتل کی مذمت کی اور مزید کہا تھا کہ صحافی اپنے اتحادیوں کے ساتھ مل کر کام کریں۔

میمن کی موت کے بعد صوبائی حکومت نے مشترکہ تحقیقاتی ٹیم (جے آئی ٹی) تشکیل دی۔

ڈان کے مطابق اس ماہ کے شروع میں میمن کی ڈی این اے کی رپورٹ جاری کی گئی جس میں "کسی اور انسانی ڈی این اے کے آثار پائے گئے "۔ تاہم جے آئی ٹی کے اجلاس میں کہا گیا کہ اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا ہے کہ اسے قتل کیا گیا ۔

ڈینل پرل قتل کیس میں مشتبہ افراد کی بریت

ڈان کے مطابق2 اپریل2020 کو سندھ ہائی کورٹ نے ڈینل پرل قتل کیس میں مرکزی ملزم احمد عمر سعید شیخ کو دی جانے والی سزائے موت کو کالعدم قرار دے دیا۔ ہائی کورٹ نے تین شریک ملزمان کی عمر قید کی شرائط کو بھی طے کیا۔

پرل وال اسٹریٹ جرنل سے وابستہ ایک امریکی صحافی تھا جسے 2002 میں کراچی ، پاکستان میں اغوا کیا گیا اور بعدازاں اس کا سر قلم کیا گیا تھا۔

امریکہ نے اس فیصلے کی مذمت کی جب کہ ایک ٹویٹ میں جنوبی ایشیائے امور کے چیف امریکی سفارت کار ایلس ویلز نے کہا کہ پرل کے قتل کے ذمہ داروں کی سزا کو ختم کرنا " دہشت گردی کے شکار افراد کے ساتھ زیاتی ہے"۔ انہوں نے فیصلے پر اپیل کرنے کے پاکستان کے فیصلے کا بھی خیر مقدم کیا۔

بری ہونے کے ایک دن بعد کیس کے تمام ملزمان کو دوبارہ گرفتار کرلیا گیا تھا۔

22 اپریل کو حکومت سندھ نے ہائی کورٹ کے فیصلے کو سپریم کورٹ آف پاکستان میں چیلنج کیا۔

میڈیا کارکنوں پر جسمانی حملے

پاکستان میں میڈیا اہلکاروں کو جسمانی اذیت کا نشانہ بنایا جانا معمول کی بات ہے۔ پی پی ایف نے جنوری 2019 سے اپریل 2020 کے درمیان کم از کم 16 ایسے واقعات یا صحافیوں پر ہونے والے جسمانی تشدد کی دستاویز مرتب کیں۔

ان میں سے کچھ پر ذیل میں تبادلہ خیال کیا گیا ہے جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ صحافیوں کو منتخب سرکاری عہدیداروں ، سیاسی پارٹی کارکنوں ، وکلاء اور دیگر بااختیار عہدوں پر فائز افراد کے ذریعہ تشدد کا نشانہ بنایا جاتا ہے ۔

20مارچ ، 2019 کو اسلام آباد میں قومی احتساب بیورو (نیب) کے دفتر کے باہر ، حزب اختلاف کی سیاسی جماعت ، پاکستان پیپلز پارٹی (پی پی پی) کے حامیوں نے جیو نیوز کے کیمرہ پرسن شیراز گردیزی پر حملہ کیا۔ گردیزی نے پی پی ایف کو بتایا کہ وہ نیب کی عمارت کی تصاویر لے رہے تھے جب اچانک ان کو پی پی پی پارٹی کے کارکن نے تھپڑ مارا اور تب کارکنوں کے ایک گروپ نے بلا وجہ اسے پیٹنا شروع کردیا۔ ڈان کے مطابق سیاسی پارٹی کارکنوں اور پولیس کے درمیان جھڑپیں نیب آفس کے باہر ہوئیں جہاں سابق صدر آصف علی زرداری اور پیپلز پارٹی کے شریک چیئرپرسن بلاول بھٹو زرداری کو پوچھ گچھ کے لئے طلب کیا گیا تھا۔

27اپریل کو ، نیوز ون ٹی وی کے رپورٹر شوکت کورئی پر کاؤنٹر ٹیررازم ڈیپارٹمنٹ (سی ٹی ڈی) کے اہلکاروں نے کراچی میں سندھ ہائی کورٹ (ایس ایچ سی) کے احاطے میں حملہ کیا۔ کورئی معمول کی کوریج کے لئے عدالت میں موجود تھے جب سی ٹی ڈی افسران کچھ مشتبہ افراد کو انسداد دہشت گردی عدالت کے انتظامی جج جسٹس عبدالمالک کے پاس لیکر آئے۔ کورئی مشتبہ افراد کی ویڈیو بنا رہے تھے جبکہ اسی دوران سی ٹی ڈی کے ایک افسر نے انھیں یہ کہتے ہوئے فوٹیج حذف کرنے کو کہا کہ انھیں ویڈیو بنانے کی اجازت نہیں ہے۔ کورئی نے جواب دیا کہ ایس ایچ سی صحافیوں کو عدالت کے احاطے میں پیشرفت کی کوریج کرنے کی اجازت دیتی ہے۔ بعدازاں ان کا موبائل فون سی ٹی

ڈی افسران نے چھین لیا اور ان پر تشدد کیا گیا۔ یہ معاملہ رجسٹرار کی مداخلت اور سی ٹی ڈی اہلکاروں کی جانب سے زبانی طور پر معافی مانگنے کے بعد حل ہوا ۔

21جون کو حکمران جماعت پاکستان تحریک انصاف سندھ کے رہنما مسرور سیال نے ایک ٹاک شو کی ٹیپنگ کے دوران کراچی پریس کلب کے صدر امتیاز خان فاران پر جسمانی حملہ کردیا۔ اس واقعے کی ویڈیو فوٹیج میں دکھایا گیا ہے کہ سیال نے خان پر جسمانی طور پر حملہ کیا جس کے بعد دونوں کے درمیان ہاتھا پائی ہوئی۔

ڈان کے مطابق اس واقعے کے بعد پی ٹی آئی نے سیال کو شو کاز نوٹس جاری کیا تھا ۔ اس کے علاوہ کراچی اور لاہور کے پریس کلبوں نے پی ٹی آئی رہنماؤں کے داخلے پر عارضی پابندی عائد کردی۔

سیال پی ٹی آئی کے واحد رہنما نہیں ہیں جن پر کسی صحافی پر حملہ کرنے کا الزام عائد کیا گیا ہے۔ جنوری 2019 سے اپریل 2020 کے دوران ، وفاقی وزیر برائے سائنس و ٹیکنالوجی فواد چوہدری پر بھی دو اینکرپرسنز کے ساتھ زبانی جھگڑے کا الزام لگایا گیا ہے۔

ڈان کی خبر کے مطابق ، جولائی 2019 میں ، صحافی سمیع ابراہیم نے پولیس میں شکایت درج کروائی تھی کہ چوہدری نے بغیر کسی اشتعال کے ان پر طمانچہ مارا اور زدو کوب کیا۔ اس رپورٹ کے جواب میں ، وفاقی وزیر نے کہا تھا کہ اس کو "دو اداروں کے مابین تصادم نہیں بلکہ دو افراد کے مابین تنازعہ کے طور پر سمجھا جانا چاہئے۔"

2020 میں چوہدری ایک بار پھر سرخیوں میں رہے اس بار اینکر پرسن مبشر لقمان کے ساتھ ان کا جھگڑا ہوا۔

ڈان کے مطابق وزیر نے جھگڑے کا اعتراف کیا تھا۔ رپورٹ میں مزید کہا گیا کہ یہ تکرار مبینہ طور پر یوٹیوب پر اپ لوڈ کی گئیں ویڈیوز کی وجہ سے ہوا تھا جس میں لقمان اور ایک اور اینکر پرسن نے ٹک ٹاک ستاروں اور مبینہ طور پر چوہدری اور وزیر اطلاعات پنجاب سے وابستہ ویڈیوز پر گفتگو کی تھی۔

23 جولائی کو دو رپورٹرز اور ایک کیمرہ مین - چینل 41 کے محمد طیب ، چینل 24 کے علی رضا اور چینل 24 کے وقاص احمد کو ، فیصل آباد میں بار سکریٹری شاہد منیر سمیت سپریم بار کونسل کے وکلا نے تشدد کا نشانہ بنایا۔ صحافی فیصل آباد کے پولیس سپرنٹنڈنٹ پولیس معز ظفر کے دفتر میں ان کے انٹرویو لے رہے تھے۔ جب وہ دفتر سے باہر نکلے تو وکلا کے ایک گروپ نے انہیں گھیر لیا اور انہیں مارنا شروع کردیا۔ رضا اس واقعے میں شدید زخمی ہوا جبکہ طیب اور احمد کو نامعلوم مقام پر لے جایا گیا جہاں ان پر مزید جسمانی تشدد کیا گیا ، یہاں تک کہ میڈیا اور پولیس کے ذریعہ انہیں بچایا گیا۔

8فروری 2020 کو ، صوبہ بلوچستان کے پسنی میں چاقو کے حملے میں وش نیوز کے سجاد نور اور کیمرہ پرسن ریحان بزنجو اور ایک رپورٹر کو معمولی چوٹ آئی۔

پی پی ایف سے گفتگو کرتے ہوئے نور جو ایک اردو اخبار روزنامہ انتخاب کے بیورو چیف بھی ہیں اور پسنی پریس کلب کے صدر بھی ہیں نے بتایا کہ ان پر حملہ کرنے والا رحیم جان پسنی فش ہاربر اتھارٹی (پی ایف ایچ اے) کا ملازم ہے۔

نور کا خیال تھا کہ ان پر پی ایف ایچ اے نے حملہ کیا تھا کیونکہ انھوں نے تحقیقاتی خبر چلائی تھی کہ اس نے اتھارٹی میں سرمایہ کاری کے لئے جاپان سے 800 ملین روپے وصول کیے تھے ، لیکن اس نے فنڈز کو ناجائز استعمال کیا۔ انہوں نے مزید کہا کہ جان نے انہیں جان سے مارنے کی دھمکیاں بھی دیں۔

انہوں نے مزید کہا کہ یہ واقعہ اس وقت پیش آیا جب بزنجو اور وہ خود ایک بیکری میں سامان خرید رہے تھے۔

نور نے افسوس کا اظہار کیا کہ بہت سارے صحافی جب تفتیشی ٹکڑے شائع کرتے ہیں تو ان پر حملہ کیا جاتا ہے ، لیکن مجرموں کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کی جاتی ہے۔

جان کے خلاف پسنی پولیس اسٹیشن میں ایف آئی آر درج کی گئی تھی۔ 9 فروری کو اسے گرفتار کرلیا گیا تھا۔

پسنی تھانے کے سب انسپکٹر عابد بلوچ نے جان کی گرفتاری کی تصدیق کردی۔

ابتدائی تحقیقات کے مطابق رحیم جان ایک مقامی اور منشیات کا عادی ہے۔ وہ پی ایف ایچ اے کا ملازم نہیں ہے۔ اس وقت ، وہ عدالتی کارروائی کا سامنا کر رہا ہے اور اس کے خلاف تحقیقات کی جارہیں ہیں۔

ہزارہ ڈیموکریٹک پارٹی کے چیئرمین عبد الخالق ، ہزارہ پبلک اکاؤنٹس کمیٹی کے چیئرمین اختر حسین ، اپوزیشن لیڈر ملک سکندر ، ایڈووکیٹ سینیٹر نصیب اللہ ، اسپیکر بلوچستان میر عبدالقدوس بزنجو نے بھی واقعے کی مذمت کی۔

صحافیوں کو دھمکیاں اور ہراساں کیے جانے کے واقعات

صحافیوں کو دھمکانے اور خاموش کرنے کا ایک طریقہ یہ ہے کہ ان کو دھمکیاں دی جائیں۔ یہ صحافی مستقل خوف کی کیفیت میں کام کرتے ہیں۔ دوسری صورتوں میں اگرچہ انھیں زبانی دھمکیاں نہیں دی جاتی ہیں لیکن صحافیوں کو آن لائن اور ذاتی طور پر ہراساں کیا جاتا ہے۔ جنوری 2019 اور اپریل 2020 کے درمیان ، پی پی ایف نے کم از کم 17 ایسے واقعات ریکارڈ کیے جہاں میڈیا والوں کو ان کے کام کی وجہ سے دھمکی دی گئی یا ہراساں کیا گیا۔

ان میں سے کچھ ذیل میں زیربحث ہیں:

12 جون ، 2019 کو ، ڈان کے سینئر نمائندے ، باقر سجاد نے بتایا کہ برٹش ہائی کمیشن کے سفارت کاروں سے ملاقات کے بعد انھیں " نچلی سطح کے مخالف افراد کا سامنا کرنا پڑا"۔

انہوں نے ٹویٹر پر ایک پوسٹ میں لکھا "اس کے بعد لوگ مجھے ساتھ لے جانا چاہتے تھے ، میں نے مزاحمت کی۔ حقیقت میں ان میں سے ایک نے میری کار کی اگنیشن سے چابیاں کھینچیں ، "۔

ایمنسٹی انٹرنیشنل ساؤتھ ایشیاء نے اس واقعے کی مذمت کرتے ہوئے کہا تھا: "صحافت جرم نہیں ہے، اور صحافیوں کے ساتھ مجرموں کی طرح برتاؤ نہیں کیا جانا چاہئے۔ پاکستانی صحافیوں کو آزادانہ اور بغیر کسی خوف کے اپنا کام کرنے کی اجازت ہونی چاہئے۔ صحافیوں دھمکانے ، ہراساں کرنے اور ان پر تشدد بند کرنا چاہئے۔

صحافیوں کو آن لائن دھمکیاں دینے اور ہراساں بھی کیا گیا جیسے اینکر پرسن غریدہ فاروقی کے خلاف دھمکیاں (تفصیلات کے لئے صحافیوں کو آن لائن خطرات سے متعلق سیکشن ملاحظہ کریں)۔

سن 2019 میں صحافیو کو دھمکیاں دینے کے واقعات میں پولیس عہدیداروں، طبی عملے ، دہشت گرد تنظیموں کے ساتھ ساتھ کچھ واقعات میں نامعلوم افراد کی جانب سے بھی دھمکیاں دی گئیں تھیں۔

اسی طرح، 2020 کے پہلے چار ماہ میں صحافیوں کو دھمکی دیئے جانے کے متعدد واقعات دیکھنے میں آئے ۔

قبائلینیوزنیٹورککے
پشاورمینمقیمایکانٹرنیٹنیوزایجنسیکےایکرپورٹر،محرابشاہآفریدیکواپنےآبائیشہرلنڈیکوتلمینسوشلمیڈیاپرآنےوالیاطلاعاتکےلئےنامعلوم شخصکیجانبسےدھمکیآمیزفونکالموصولہوئی۔

اطلاعاتکےمطابق،آفریدینےایکدھرناکی کوریج کیجہانسلیحقوقگروپپشتونتحفظ موومنٹ (پیٹیایم) کےرہنمااوررممبرقومیاسمبلی (ایمایناے) علیوزیرنےمجمعسےخطابکیا۔
جیسےہیآفریدینےتقریرکیویڈیوسوشلمیڈیاپراپلوڈکیملائشیاسےانہیںایکپہلافونکالموصولہواجسمیں ان کو سنگیننتائجکیدھمکیاں دی گئیں۔

پیپیایفسےباتکرتےہوئےآفریدینےکہاکہانہیںایکنمبرسےپانچفونکالزموصولہوئیں جس میں ان سے
پوچھاگیاکہانہوننےوزیرکیویڈیوکیوںاپلوڈکی؟

انہوننےکہا، "مجھےجانسےمارنےکیدھمکیانبھیموصولہوئیہیں،" انہوننےمزیدکہاکہفونکرنےوالےنےاسکےساتھ گالیگلوچبھی کی تھی۔ آفریدینےلنڈیکوتلپولیساسٹیشنمینفونکرنےوالےکےخلافپہلیانفارمیشنرپورٹ (ایفآئیآر) درجکرائی۔

اسٹیشنمینموجوداسٹیشنہاؤسآفسر (ایسایچاو)
،امجدخاننےبتایاکہاسمعاملےکیتحقیقاتکیجارہیہیںاوررفونکرنےوالےکاسراغلگانےکےلئےفوننمبرپشاوربھیجاگیاہے۔

28
اپریلکو،لنڈیکوتلاسٹیشنکےہیڈمورر،ایازنےپیپیایفکوبتایاکہانہیںپتہچلاہےکہیہکالملائیشیاسےآرہیہیںلیکنوسائلکیکمیکیوجہسےآفریدیکوکو ندھمکیاںدےرہاتھااورکیوں،اسکےبارےمینمزیدتفتیشنہیںکی جاسکی ہے۔ انکاکہناتھاکہمزیدتفتیشکےلئےصحافیکووفاقیتحقیقاتیایجنسی (ایفآئیاے) سےرابطہکرناچاہئے۔

11 فروریکوجیونیوزکےرپورٹرآصفعلیبھٹیکوافغانستانسےدھمکیآمیزفونکال موصولہوئی۔پاکستانفیڈرلیونینآفجرنلسٹس (پیایفیوجے) اورنیشنلپریسکلبنےاسکیمذمتکی۔ مارچمیںایک بار پھر ان کو جانسےمارنےکیدھمکیاںملیں۔
دھمکیونمیںبھٹیسےکہاگیاتھاکہوہریاستاورمذہبیاسکالرونکےخلافرپورٹسلکھنابندکردیں،بصورتدیگراسکےخاندان کوقتلکردیاجائےگا۔
انہوننےمزیدکہاکہانکابھیسراغلگایاجارہاہےاوربتایاگیاکہوہواجبالقتل (موتکامستحق) ہے۔

پیپیایفسےباتکرتےہوئےپیایفیوجےکےصدرشہزادہذوالفقارنےاسمعاملےکیمذمتکیاورکہاکہبھٹیکوچارپانچماہسےدھمکیاںملرہیہیںجس کے خلاف کوئیبھیکارروائینہیںکی جارہی ہے۔
انہوننےبتایاکہاسکیوجہسےبھٹیاوراسکےاہلخانہلاہورمنتقلہوگئےتھےلیکنپھرانکےاہلخانہکودھمکیدیجارہیتھیاسلئےوہواپساسلامآبادآگئے
۔

جیوکے ڈائریکٹرنیوزراناجوادنےپیپیایفسےگفتگوکرتےہوئےکہاکہبھٹیکوکالمونکیوجہسےدھمکیاںملتیہیں۔
انہوننےکہاکہاسکیسکیاطلاعملیہےاوروہیہجاننے کیکوششکررہےہیںکہیہدھمکیاںکوندے رہاہے۔
انہوننےکہاکہانہوننےملازمسےچھٹیلینےکوکہاہےیااسےاسلامآبادکےعلاوہکسیاوراسٹیشنسےکامکرنےکاآپشندیاہے۔
جوادنےمزیدکہاکہانہوننےاسمعاملےپرکچھمذہبیجماعتونکےساتھتبادلہخیالکیاتاہم انہوننےیہواضح نہیں کیا کہ کونسی جماعتوں کے ساتھ انھوں نے بات چیت کی ہے۔

صحافیوں کی رہائش گاہوں پر چھاپے

2019 کے دوران ، ایک ایسی مثال پیش آئی جہاں صحافی کی رہائش گاہ پر چھاپہ مارا گیا تھا۔

23 مئی کو ، راولپنڈی میں بنی پولیس اسٹیشن کے اسٹیشن ہاؤس آفیسر سب انسپکٹر احسن کیانی کی سربراہی میں پولیس نے روزنامہ جنگ کے اسٹاف رپورٹر شاہد سلطان کے گھر پر چھاپہ مارا۔ دی نیوز کے مطابق ، صبح 2:30 بجے سلطان کے گھر پر چھاپہ مارا گیا اور پولیس نے بندوق کی نوک پر پورے خاندان کو یرغمال بنایا، دھمکیاں دیں اور ان کی تذلیل کی۔

رپورٹ کے مطابق ، چھاپہ مار جماعت کو احساس ہوا کہ انہوں نے غلطی کی ہے جس کے بعد وہ بغیر معذرت کے چلے گئے۔

واقعے کے بعد راولپنڈی پولیس چیف فیصل رانا نے دو پولیس اہلکاروں کو معطل کرکے واقعے کی تحقیقات کا حکم دیا تھا۔

پبلشر پر چھاپہ

6 جنوری 2020 کو ، پاکستانی مصنف محمد حنیف نے دعویٰ کیا کہ "آئی ایس آئی سے ہونے کا دعوی کرنے والے کچھ لوگوں" نے اردو پبلشر مکتبہ دانیال کے دفاتر میں "گھس کر" چھاپہ مارااور ان کی کتاب "ایک کیس آف ایکسپلوڈنگ" کے اردو ترجمہ کی کاپیاں ضبط کیں۔ ایک دوسرے ٹویٹ میں ، حنیف نے مزید کہا کہ اس واقعے سے ایک ہفتہ قبل انہیں سابق فوجی آمر جنرل ضیاالحق کے بیٹے کی طرف سے ہتک عزت کا نوٹس ملا تھا۔

ڈان کے مطابق پاکستان کے ہیومن رائٹس کمیشن کی جانب سے چھاپہ کو "مایوس کن" اقدام قرار دیا گیا تھا۔

میڈیا ہاؤس کے خلاف دھمکی آمیز احتجاج

2019 کے دوران ، ایک واقعہ پیش آیا جہاں میڈیا آؤٹ لیٹ کے دفتر کے باہر ایک دھمکی آمیز تشدد پر اکسانے والاحتجاج کیا گیا۔ 2 دسمبر کو ، درجنوں نامعلوم افراد نے اسلام آباد میں ڈان کے دفاتر کے باہر احتجاج کیا۔ یہ احتجاج ایک ایسی خبر کی اشاعت کے بعد سامنے آیا ہے جس میں اس اخبار نے لندن برج حملے کے پیچھے موجود شخصکی ذات پر تبادلہ خیال کیا گیا تھا۔

ڈان کے مطابق الزام عائد کرنے والا ہجوم ، بینرز اٹھا کر اور اخبار کے خلاف نعرے بازی کرتے ہوئے ، تقریبا تین گھنٹے تک دفتر کی عمارت کے باہر موجود رہا ، انہوں نے احاطے کا محاصرہ کیا اور عملے کو یرغمال بنادیا۔"

کچھ ہی دن بعد ایک بار پھر 6 دسمبر کو ، مظاہرین نے اسلام آباد میں دفاتر کا گھیراؤ کیا۔

انٹرنیشنل پریس انسٹی ٹیوٹ (آئی پی آئی) نے اس واقعے پر ایک بیان جاری کیا جس میں انہوں نے ڈان کے ایڈیٹر ظفر عباس اور ڈان کے سی ای او حامد ہارون کوموصول ہونے والی موت کی دھمکیوں پر تشویش کا اظہار کیا۔

صحافی کا اغوا

دی نیشن کے مطابق نومبر میں ، اے آر وائے نیوز ٹی وی چینل کے ایک رپورٹر ، رانا غلام مصطفیٰ اور ان کے کیمرہ مین کو ایک دفتر میں بند کر دیا گیا اور پنجاب کے شہر ڈسکہ میں رائس مل مالکان نے ان پر حملہ کیا۔

ایف آئی آر کے مطابق ، عملہ ملوں میں تھا کہ وہ اس علاقے میں آٹے کی قلت پر ملروں کا موقف لے سکے۔ تاہم ، مل کے مالک انہیں دیکھ کر "مشتعل ہوگئے" اور کچھ ملازمین کو فون کرکے انہیں قید کردیا۔ دی نیشن کے مطابق ، رپورٹر اور کیمرہ مین کو ایک گھنٹہ کے لئے رکھا گیا اور "سنگین نتائج" کی دھمکی دی گئی۔ ان کا کیمرا اور موبائل فون بھی توڑ دیئے گئے تھے۔

رپورٹ میں مزید بتایا گیا کہ بعد میں پولیس اہلکاروں نے میڈیا اہلکاروں کو بچایا۔ پی پی ایف سے بات کرتے ہوئے مصطفیٰ نے کہا کہ انہوں نے چاول مل کے عملے سے معافی مانگی ہے اور متعلقہ فریقین کے مابین مسئلہ حل ہوگیا ہے۔ ڈسکہ پولیس اسٹیشن اور ڈسکہ پریس کلب نے اس بات کا اعادہ کیا۔

میڈیا اہلکاروں کی گرفتاری اور قید

پچھلے ایک سال میں میڈیا اہلکاروں کی گرفتاری کو ڈرانے اور ریاست کی رٹ کو عملی جامہ پہنانے کے لئے ایک طریقہ کے طور پر استعمال کیا گیا ۔ پی پی ایف نے اس رپورٹ میں شامل وقت کے دوران صحافیوں کی کم از کم پانچ گرفتاریوں کی دستاویز مرتب کیں ہیں۔ مزید برآں ، ایک صحافی کو جیل بھیج دیا گیا اور پھر رہا کیا گیا اور جنگ جیو میڈیا گروپ کے چیف ایڈیٹر ، میر شکیل الرحمٰن کو پریس کی آزادی پر تشویش کا اظہار کرنے پر گرفتار کیا گیا۔

ڈان کی خبر کے مطابق 9 فروری ، 2019 کو ، لاہور کے سینئر صحافی ، سوشل میڈیا کارکن اور ڈاٹا پوتا آن دن نیوز کے اینکر رضوان راضی کو ، وفاقی تحقیقاتی ایجنسی (ایف آئی اے) کے سائبر کرائم سیل نے ""مبینہ طور پر عدلیہ ، سرکاری اداروں اور انٹیلی جنس ایجنسیوں کے خلاف گمراہ کن اور پوسٹیں اپ لوڈ کرنے پر گرفتار کیا تھا،" ۔

ایف آئی آر کے مطابق ٹویٹر کے سوشل میڈیا اکاؤنٹ کے ذریعے عدلیہ ، سرکاری اداروں اور انٹیلیجنس ایجنسیوں کو بدنام کرنے اور ان کے خلاف پوسٹس اپ لوڈ کرنےپر قاضی کے خلاف انکوائری شروع کی گئی تھی۔

قاضی کی گرفتاری کے بعد ، پاکستان فیڈرل یونین آف جرنلسٹس (پی ایف یو جے) کے صدر افضل بٹ نے پاکستان پریس فاؤنڈیشن کو بتایا کہ انہوں نے حکومت اور قانون نافذ کرنے والے اداروں سے مطالبہ کیا ہے کہ وہ فوری طور پر اس معاملے کو دیکھیں اور قاضی کو رہا کریں ، بصورت دیگر وہ ملک گیر احتجاج کریں گے۔

10 فروری کو راضی کو ضمانت پر رہا کیا گیا۔

ڈان کے مطابق 27 مئی کو خیبر نیوز ٹیلی ویژن چینل کے ایک رپورٹر ، گوہر وزیر کو ممبر قومی اسمبلی محسن داوڑ کا انٹرویو لینے کے الزام میں گرفتار کیا گیا۔ وزیر کم از کم 22 افراد میں شامل تھے جنھیں بنوں میں پولیس اور انتظامیہ کی کارروائی میں حراست میں لیا گیا تھا جب شمالی وزیرستان میں ایک واقعے کے خلاف نسلی حقوق کی تحریک پشتون تحفظ موومنٹ (پی ٹی ایم) اور عوامی نیشنل پارٹی (اے این پی) کے کارکنوں نے مظاہرہ کیا تھا۔

وزیر کی نظربندی کے بعد کمیٹی برائے تحفظ صحافیوں نے ان کی فوری رہائی کا مطالبہ کیا تھا۔

وزیر کو 29 مئی کو اس بات کی تصدیق کے بعد رہا کیا گیا تھا کہ وہ ایک صحافی کی حیثیت سے احتجاج کی کوریج کررہے تھےاور مظاہرین میں شامل نہیں تھے۔

جب کہ بعض معاملات میں صحافیوں کو عارضی طور پر نظربند کیا گیا یا انہیں حراست میں لیا گیا تھا اور ضمانت دی گئی تھی ، اس معاملے میں ایک صحافی نصراللہ چوہدری کو پانچ سال طویل قید کی سزا سنائی گئی تھی۔

ڈان کی رپورٹ کے مطابق 30 دسمبر ، 2019 کو ، انہیں "ریاست کے خلاف لٹریچر رکھنے اور مذہبی منافرت پھیلانے سے متعلق کیس" میں پانچ سال قید کی سزا سنائی گئی۔

اردو زبان کے روزنامہ نیا بات کے ڈسٹرکٹ نیوز ڈیسک کے ایڈیٹر ، چوہدری کو 11 نومبر ، 2018 کو افغان جہاد اور پنجابی طالبان کے بارے میں جرائد اور کتابچے رکھنے کے الزام میں کراچی سے گرفتار کیا گیا تھا۔

سماء کے مطابق ، اپریل 2020 میں ، سندھ ہائی کورٹ نے چوہدری کو بری کردیا اور ان کی رہائی کا حکم دیا۔

رواں سال جنوری میں ، ڈان نے خبر دی تھی کہ ایک صحافی ، جو چینل فائیو اور روزنامہ خبرین سے وابستہ رہا ہے ، کو ایف آئی اے نے گرفتار کیا تھا اور اس کے خلاف ایف آئی آر درج کی گئی تھی۔

ڈان ڈاٹ کام نے ایف آئی آر کے حوالے سے بتایا ہے کہ: "یہ سماجی چھان بین کے دوران معلوم ہوا تھا کہ عوامی عہدیداروں اور ریاستی محکموں کے خلاف ریاست مخالف اور ہتک آمیز مواد کو فیس بک آئی ڈی کے ذریعے اپ لوڈ کیا گیا ہے۔"

ان کی گرفتاری کے ایک دن بعد ، ایف آئی اے کو واحد کا جسمانی ریمانڈ حاصل ہوا۔ 29 جنوری کو لاہور کی ایک عدالت نے ان کی ضمانت کی درخواست مسترد کردی۔

میر شکیل الرحمن کی گرفتار

شاید پچھلے سال میں میڈیا اہلکاروں کی گرفتاری میں سب سے ہائی پروفائل کیس جنگ اور جیو میڈیا گروپ کے ایڈیٹر ان چیف میر شکیل الرحمن کا تھا جنھیں 12 مارچ 2020 کو گرفتار کیا گیا ۔

ڈان کے مطابق قومی احتساب بیورو نے رحمان کو 54 کنال زمین کا ٹکڑا خرید نے کے الزام میں گرفتار کیا تھا ۔

جیو کے ذریعے شیئر کردہ ایک بیان میں میڈیا گروپ کے ترجمان نے کہا کہ رحمان کی گرفتاری سے قبل نیب نے "ہمارے رپورٹرز ، پروڈیوسر اور ایڈیٹرز – کو براہ راست اور بالواسطہ –بذریعہ پیمرا ہماری رپورٹنگ اور نیب سے متعلق ہمارے پروگراموں کی وجہ سے ایک درجن سے زیادہ نوٹس بھیجے تھے جس میں ہمارے چینلز کو بند کرنے کی دھمکی دی گئی تھی"۔

جب کہ رحمان کی گرفتاری کسی پراپرٹی کیس سے متعلق تھی ، اس نے پاکستان میں آزادی صحافت کے بارے میں تشویش پیدا کی اور اسے ملک کے سب سے بڑے میڈیا نیٹ ورک کو خاموش کرنے کی کوشش کے طور پر دیکھا رہا ہے۔

رحمان کی گرفتاری سے متعلق حکومتی پریس کانفرنس کے فورا بعد ہی ، کیبل آپریٹرز کو ہدایت ملی کہ وہ جیو ٹی وی کی نشریات بند کردیں یا اسے آخری نمبر پر منتقل کریں۔ یہ ایک حربہ ہے جو جیو ٹی وی کے خلاف پہلے بھی استعمال ہوتا رہا ہے اور ذرائع ابلاغ کے لئے مالی دباؤ پیدا کرنے ، چینل کی رسائی کو کم کرنے کے لئے کام کرتا ہے۔

بین الاقوامی اور بلدیاتی اداروں ، سیاست دانوں اور کارکنوں کی جانب سے ان کی رہائی کے متعدد مطالبات کے باوجود ، رحمان گرفتاری کے ایک ماہ بعد بھی حراست میں ہے۔ 28 اپریل کو انہیں عدالتی ریمانڈ پر جیل بھیجا جا چکا ہے۔

ایشیاء پروگرام کوآرڈینیٹر برائے کمیٹی برائے پروٹیکٹ جرنلسٹس (سی پی جے) نے پاکستان میں داخلے کی تردید کردی

اکتوبر 2019 میں سی پی جے ایشیا کے پروگرام کوآرڈینیٹر اسٹیون بٹلر کو پاکستان امیگریشن حکام نے لاہور ائیرپورٹ پر داخلے سے انکار کردیا تھا جب کہ پریس فریڈم ایڈوکیسی آرگنائزیشن کے مطابق ان کو داخلے کی اجازت نہ ملنے کی وجہ وزارت داخلہ کی بلیک لسٹ میں ان کا نام شامل ہونا تھا۔

سی پی جے کے مطابق ، ہوائی اڈے کے حکام نے بٹلر کا پاسپورٹ ضبط کرلیا اور اسے زبردستی دوحہ جانے والی پرواز پر واپس بھیج دیا جہاں سے انہیں واشنگٹن ڈی سی کے لئے فلائٹ میں جگہ دی گئی ۔

آزادی رائے پر آن لائن اور سوشل میڈیا پر پابندیاں

ڈان کے مطابق اگرچہ سوشل میڈیا اظہار خیال کا ایک ایسا پلیٹ فارم مہیا کرتا ہے جو مرکزی دھارے کے ذرائع ابلاغ سے بھی بڑھ کر ہے ، وہ سرکاری حکام کی بڑھتی ہوئی جانچ پڑتال کے زیر اثر بھی آیا ہے اور صحافیوں کو دھمکی دینے کا ایک پلیٹ فارم بن گیا ہے۔ پاکستان میں ، ریاست نے سوشل میڈیا کے لئے قواعد و ضوابط طے کرنے کی کوشش کی ہے جو آزاد اظہار رائے کی حد کو محدود رکھتی ہے۔

اس کے علاوہ ، ایک شفافیت کی رپورٹ کے مطابق جنوری سے جولائی 2019 کے درمیان فیس بک مواد پر پابندی کے لئے سب سے زیادہ درخواستیں پاکستان سے آئیں۔

حکومت کی سوشل میڈیا کو کنٹرول کرنے کی پالیسی

ڈان کے مطابق فروری 2020 میں ، حکومت نے پاکستان میں سوشل میڈیا کو باقاعدہ بنانے کے قواعد کی منظوری دی۔ قواعد کے تحت ، سوشل میڈیا کمپنیوں کو "کسی مطلوبہ ایجنسی کو کسی بھی معلومات یا کوائف فراہم کرنے کا پابند کیا جائے گا ، جب مانگا جائے گا ، اور اس شق کی پاسداری نہ کرنے میں 500 ملین روپے تک جرمانہ ہوگا۔"

اس پالیسی پر شدید رد عمل سامنے آیا جس کے بعد یہ اطلاع ملی ہے کہ وزیر اعظم عمران خان قواعد پر عمل درآمد سے قبل تمام اسٹیک ہولڈرز کو اعتماد میں لیں گے۔ اسلام آباد ہائی کورٹ اور لاہور ہائیکورٹ سمیت عدالتوں میں بھی اس پالیسی کے خلاف درخواستیں جمع کروائی گئیں۔

نیو یارک ٹائم کے مطابق ، قواعد کے جواب میں ، سوشل میڈیا کمپنیوں بشمول فیس بک ، گوگل اور ٹویٹر نے ملک چھوڑنے کی دھمکی دی۔

28 فروری کو قواعد پر نظرثانی کے لئے ایک کمیٹی تشکیل دی گئی۔ مارچ تک ، شہریوں کے تحفظ (آن لائن نقصان کے خلاف) رولز 2020 کا نفاذ معطل کردیا گیا تھا۔

حکومت کے ذریعہ ان قوانین اور ان کی منظوری سے سوشل میڈیا پلیٹ فارمز پر آزادانہ اظہار خیالات پر سرد اثر پڑنے کا امکان ہے کیونکہ صارفین اپنی معلومات اور ڈیٹا کو بانٹنے سے خوفزدہ ہیں۔ رائے عامہ کے لئے آن لائن دستیاب جگہ کو محدود کرنے کے لئے ، حکومت نے یہ ایک سخت اقدام اٹھایا ہے۔ ممکنہ طور پر پاکستان میں سوشل میڈیا پلیٹ فارمز تک رسائی میں کمی لانے کے علاوہ ، اس سے آن لائن سینسر شپ میں اضافے کا خدشہ ہے۔

اسی سلسلے میں حکمران جماعت پاکستان تحریک انصاف کی حکومت آن لائن پالیسیوں کے ذریعے آزادانہ اظہار خیال کو کمزور کرنے والے قواعد پر زور دے رہی ہے۔

ہیومن رائٹس کمیشن آف پاکستان کے مطابق ، 2019 میں ، "قومی سلامتی کی بنیادوں پر جواز پیش کرتے ہوئے ،" مسئلے سے متعلق سائبر کرائم قانون ، انٹرنیٹ شٹ ڈاؤن ، اور سیاسی ناراضگیوں کے خلاف سائبر حملوں کی وجہ سے پاکستان کی انٹرنیٹ کی آزادی کی درجہ بندی میں کمی واقع ہوئی ہے۔

صحافیوں کو آن لائن دی جانے والی دھمکیاں

صحافی اکثر اوقات آن لائن کردار کشی کے مہمات کا اور دھمکیوں کانشانہ بنتے رہتے ہیں۔صحافیوں کی ساکھ خراب کرنے کی اس طرح کی حرکات اکثر اوقات ان کی زندگی کے لیے خطرات کا باعث بنتے ہیں۔

دی نیشن کی رپورٹ کے مطابق22مارچ 2019کو دی کوائلیشن فار ویمن ان جرنلزم نے اینکر پرسن غریدہ فاروقی کے خلاف مسلسل آن لائن مہم پر اپنی تشویش کا اظہار کیا۔

رپورٹ کے مطابق فاروقی کونیوزی لینڈ میں کرائسٹ چرچ حملے پر ایک ٹویٹ پر گالم گلوچ کا نشانہ بنایاگیا۔

ڈان سے بات کرتے ہوئے فاروقی کہناتھاکہ پہلے پہل ان کی تذلیل کی گئی لیکن پھر یہ زیادہ خطرناک ہوگیا۔
"
مجھے جنسی ہراساں کیاگیا،گالیاں،بے ہودہ الزامات اورمیری کردار کشی کی گئی لیکن اس میں سب سے زیادہ برا یہ تھاکہ مجھے مارنے کی دھمکی دی گئی"۔

آن لائن دھمکیوں کے ایک اور واقعے میں اپریل 2019میں رپورٹ ہوا کہ ملک میں کئی صحافیوں کے خلاف کردار کشی کی مہم چلتی رہیں۔

ڈان کی رپورٹ کے مطابق،ماروی سرمد،مبشر زیدی اور عمر چیمہ کو ٹویٹر پر بد ترین ہیش ٹیگ کا نشانہ بنایاگیا۔اس کے علاوہ سات صحافی ہراسانی اور ہرزہ سرائی کا نشانہ بنے۔

رواں سال فروری میں دی کوائلیشن فار ویمن ان جرنلزم نے عورتوں کے عالمی دن کے موقع پر عورت مارچ میں خواتین صحافیوں کو نشانہ بنانے کی مذمت کی۔ایک اعلامیے میں ان کاکہناتھاکہ"کئی خواتین صحافیوں کو انتہائی ہتک اور ہراسانی کاسامنا کرنا پڑا ہے وہ چاہے کام کرتے ہوئے ہو یا آن لائن ہو"۔

آزادی صحافت پر حکومتی بیانیہ

جولائی میں امریکہ کے دورے کے دوران وزیراعظم عمران خان سے پاکستان میں آزادی صحافت پر سوال کیا گیا۔ڈان کی رپورٹ کےمطابق وزیر اعظم نے ملک میں آزادی صحافت پر پابندیوں کے بارے میں بات کرنے کو فضولیات قراردیا۔

جب وزیراعظم کا یہ ماننا ہے کہ پاکستان میں میڈیا پر بندشوں پر بات کرنا مذاق ہے،ان کی حکومت کےکچھ فیصلے اور پالیسیوں نے اظہار رائے کی آزادی کے لیے جگہ تنگ کردی ہے۔

تنقیدی میڈیا کوریج کو غداری سے جوڑنا

جولائی2019ئ میں برسر اقتدار پارٹی نے تنقیدی میڈیا کوریج کو غداری سے جوڑدیا۔جیو کے مطابق،ابتدائی ٹویٹ کے شئیر کرنے کے بعد JournalismNotAgenda#کا ہیش ٹیگ گئی ٹویٹس میں شیئر کیاگیا۔

حکومت کا میڈیا عدالتیں قائم کرنےکا منصوبہ

ستمبر2019میں وفاقی کابینہ نے میڈیا عدالتیں قائم کرنے کے منصوبے کی منظوری دی۔اس منصوبے نے آزادی صحافت کےبارے میں خطرے کی گھنٹی بجادی اور اور اس پر کافی تنقید ہوئی۔ڈان کے مطابق،یہ عدالتیں"میڈیا سے جڑے کیس جلدی نپٹانے"کا ایک رستہ ہیں۔

آل پاکستان نیوز پیپرس سوسائٹی(اے پی این ایس)کاکہناتھا" اقتدار کے ایوانوں کی دھمکیوں اور چالوں سےجو غیر اعلانیہ سینسر شپ کے مساوی ہے اورمیڈیا پر جو دباؤ ڈالا جارہا ہے میڈیا اس کا پہلے سےبہادری سے مقابلہ کررہاہے۔یہ مجوزہ عدالتیں ان ہتھکنڈوں میں ایک اور اضافہ بنے گا جس سے میڈیا کا بازومروڑا جائے گا اور یہ اقدامات طاقت کے مراکز کی ذہنیت کو دکھارہاہے جس کا مقصد اختلاف رائے رکھنے والوں کی آواز کو ہر طرح سے خاموش کرناہے۔

سی جے پی کاکہناتھا کہ وہ اس منصوبے کے بارے میں بہت زیادہ فکرمند ہیں۔

پیمرا اور میڈیا کے مواد کے ضابطے

پاکستان الیکٹرانک میڈیا ریگولیٹری اتھارٹی (پیمرا)پاکستان میں الیکٹرانک میڈیا کی ریگولیٹری باڈی ہے۔جنوری2019اور اپریل2020کے درمیان ملک میں ایسے کئی تجاویز اور اقدامات دیکھے گئے جو اس ریگولیٹری باڈی کے اختیار کو بڑھاتے ہیں۔

پیمرا کاپروگرام بند کرکے شوکاز نوٹس بھیجنا

ڈان نے رپورٹ کیاکہ1 جنوری کو پیمرا نے نیو ٹی وی پر اوریا مقبول جان کے پروگرام حرف راز پر 30دن کی

پابندی لگادی۔

ڈان نے خبر دی کہ30جنور ی کو ریگولیٹری باڈ ی نے ڈاکٹر دانش کو اپنے پروگرام میں آئل اور گیس ڈیولپمنٹ کمپنی لمیٹیڈ کے سینیئر عہدیداران پر "جھوٹے اور من گھڑت الزامات"لگانے پر 30دن کے لیے کسی بھی ٹی وی چینل پر آنے پر پابندی لگادی۔

ڈیلی ٹائمز کی ایک رپورٹ کے مطابق اپریل میں پیمرا نے اےآر وائی نیوز اور بول نیوز کو کابینہ میں تبدیلی پر خبریں دینے پر شوکاز نوٹس جاری کردیے۔

24مئی کو نیوز ون کو قومی احتساب بیورو(نیب) کے چیئر مین جاوید اقبال کے بارے میں خبر دینے پر شوکاز نوٹس جاری کردیاڈان کی رپورٹ کے مطابق شوکاز نوٹس تہمت تراشی پر مبنی خریں اور ویڈیو کلپس پر بھیجا گیا تھا جس میں اقبال کو ایک خاتون کے ساتھ بات چیت کرتے ہوئے دکھایا گیا تھا۔

اکتوبر میں ایک تجزہ نگار حفیظ اللہ نیازی کو ایک وفاقی کابینہ کے وزیر اعظم سواتی پر مبینہ بہتان تراشی کرنے پر 30دن کے لیے ٹی وی پر آنے سے منع کردیا گیاڈان نے رپورٹ کیا۔

2020میں پیمرا کے شوز کی نشریات کو روکنا بھی دیکھا گیا۔اے آر وائی نیوز کے اینکر کاشف عباسیکو ان کے شو کی نشریات کے دوران ایک وفاقی وزیرکےجوتا (غالبا فوج کی علامت کے طور پر) نکالنے اور اسے میز پر رکھنے کے بعد 60 دن کے لئے پابندی عائد کردی تھی-دی نیوز کے مطابق، عباسی پر فیصل واؤڈا کے جوتا میز پر رکھنے کے موقع پر "غیر پیشہ ورانہ عمل" کرنے اور "مداخلت نہ کرنے" پر پابندی عائد کی گئی تھی۔

ڈان کی خبر کے مطابق،فروری میں پیمرا نے چینل 92کو وزیر اعظم کے معاون خصوصی زلفی بخاری کے بارے میں بہتان تراشی پر مبنی مواد نشرکرنے پر دس لاکھ کا جرمانہ عائد کیاگیا۔

پیمرا کے ضابطے

الیکٹرانک میڈیا ریگولیٹری اتھارٹی کی حیثیت سے پیمرا نے ماضی میں مختلف مواقع پرمیڈیا چینلوں کو ضابطے دیے۔ان ضوابط سےایک رہنمائی ملتی ہے کہ چینلوں کو کیا کور کرنے کی اجازت ہے اور انہیں کیا کرناچاہیے ،پیمرا کے مطابق ،کوریج سے گریز کرناچاہیے۔

ذیل میں ریگولیٹری اتھارٹی کی جانب سے متعارف کرائے گئے کچھ ضوابط پر اظہار خیال کیا گیاہے:
ڈان کے مطابق جون2019میں پیمرا نے ٹی وی کو تجویز دی کہ"کس بھی سیاسی پارٹی اور قانون نافذ کرنے والے اداروں کی نمائنگی کرنے والے افراد کا مضحکہ خیز تصاویر،کارٹونوں ،فوٹو شاپ تصاویر اور مذاقی میمز بناکر ان کا ہتک نہ کریں"۔

اپنی اس رپورٹ میں ڈان کا مزید کہنا تھا"اگرچہ الیکٹرانک میڈیا میں اس طرح کے تشبیہات کے زیادہ نشانہ پی پی پی اور پی ایم ایل-ن ہیں لیکن ان پارٹیوں کا یہ ماننا ہے کہ اس طرح کی چیزوں کو بہانہ بناکر میڈیا کو خاموش نہیں کرنا چاہیے"۔

جیونے خبر دی کہ اکتوبر میں پیمرانے ٹی وی چینل سے درخواست کی کہ جمیعت علمائے اسلام(ف) کے سابقہ سینیٹر حافظ حمداللہ کو بطور مہمان نہ بلایا جائے۔پیمرا کے نوٹیفیکیشن میں بتایاگیا یہ نیشنل ڈیٹا بیس اینڈ رجسٹریشن اتھارٹی (نادرا) نے حمداللہ کی شہریت ختم کردی۔کچھ دنو ں بعد اسلام آباد ہائیکورٹ نے اس فیصلے کو معطل کردیا۔
پاکستان میڈیا واچ کے مطابق اسی مہینے پیمرانے جے یو آئی (ف) کے چیف مولانا فضل الرحمان کی پریس کانفرنس کی کوریج پر پابندی لگائی۔پشاور ہائیکورٹ نے بعد ازاں اس اقدام کو غیز قانونی قرار دیا۔

ڈان کی ایک رپورٹ کے مطابق اکتوبر میں ہی پیمرا نے ٹی وی اینکرز کوٹاک شوز میں اپنی رائے دینے سے منع کردیا اور انہیں حکم دیا کہ وہ صرف ثالث کا کردار اداکرے۔رپورٹ کے مطابق باقاعدہ اور مستقل شو کی میزبانی کرنے والے اینکر اپنے شو کے علاوہ کسی اور شو میں "ایکسپرٹ کی حیثیت"میں نہیں آئیں گے۔

ایکسپریس ٹربیون نے رپورٹ کیا کہ اس ہدایت نامے کو لاہور ہائیکورٹ نے ملتوی کردیا۔

ڈان نے خبر دی کہ اپریل میں پیمرا نےٹی وی چینلز کو ہدایات جاری کیں کہ وہ کسی بھی ریٹائرڈ فوجی آفسر کو خبروں یا کرنٹ افیئر کے پروگرام میں دعوت سے پہلے انٹر سروسز پبلک ریلیشنز(آئی ایس پی آر)سے اجازت لیں گے۔

ڈان کی خبر تھی کہ عورتوں کے عالمی دن کے موقع پر 8مارچ2020 کو ہونے والے عورت مارچ کے بارے میں پیمرانے ٹی وی چینلوں کو خبردار کیا تھاکہ وہ کوئی غیراخلاقی پلے کارڈز اور متنازعہ مواد کو نشر نہ کریں۔

پیمراکی آن لائن مواد کو ضابطہ اخلاق میں لانے کےلے تجاویز

جنوری 2020میں پیمرا نے ویب ٹی وی اور اوور دی ٹاپ(او ٹی ٹی) کے مواد کے لیے ضابطے بنانے کی پیشکش کی۔ڈان کے مطابق۔19تنظیموں اور نامور افراد نے اس پیشکش کو مسترد کردیا۔

ٹرانسمیشن میں رکاوٹ

اس سال کے دوران کئی بار ایسا ہوا ہے کہ ٹی وی چینل اور پروگراموں کو کوئی مناسب وضاحت دیے بغیر روک دیاگیا۔پروگراموں کا ایسا بند کرنا صرف اپوزیشن پارٹیوں کی میڈیا کوریج کے دوران ہی پیش آیا۔ان اقدامات کی اب تک کوئی وجوہ بیان نہیں کی گئی ہے جس کی وجہ سے یہ سوال اٹھتے ہیں کہ میڈیا کا مواد کون کنٹرول کررہاہے اور وہی یہ فیصلہ کررہا ہے کہ کونسا مواد قابل نشر ہے اور کونسا نہیں۔

ڈان نے رپورٹ کیا کہ 2جولائی 2019جیو نیوز پرسابق صدر آصف علی زرداری کے نشر ہونے والے انٹرویو کو کچھ ہی وقت تک چلنے کے بعد ہٹادیاگیا۔

ڈان کی ایک خبر کے مطابق،7جولائیکو پیمرا نے 21ٹی وی چینلوں کو اپوزیشن پارٹی پی ایم ایل(ن) کی نائب صدر مریم نواز کا ایک غیر ترمیم شدہ لائیو ٹیلی کاسٹ جس میں ان کا کہناتھا کہ احتساب عدالت کے ایک جج کو دباؤ میں لاکر ان کے والد کو سزا سنانے پر مجبور کیا گیا،یہ انٹرویوچلانے پر پیمرا کی طرف سےان تمام چینلوں کو نوٹس بھیجاگیا۔

ایک دن بعد تین نیوز چینل اب تک نیوز،24نیوز HDاور کیپٹل ٹی کو آف ائیر کردیاگیا جب انھوں نے نواز کی پریس کانفرنس چلائی۔ڈان نے رپورٹک کیاسی پی جے کے مطابق کیپٹل ٹی وی نےایک نوٹس دکھایا جس میں لکھا گیاتھاکہ ٹرانسمیشن پیمراکی جانب سے روکی گئی ہےلیکن ریگولیٹری اتھارٹی نے اس مسئلے پر کوئی بیان جاری نہیں کیا۔ 9جولائی کو رپورٹ ہوا کہ وزیر اعظم عمران خان کی قیادت میں کابینہ نے فیصلہ کیا کہ ان سیاستدانوں جن پر مقدمات چل رہے ہیں یا عدالت سے سزایافتہ ہیں ان کو میڈیا کوریج نہیں دی جائے گی۔مزید کہ کہ پیمرا کو ہدایت کی گئی کہ اس طرح کو مواد نہ نشر ہونے دے۔

ڈان نے ہم نیوز کے ندیم ملک کی ایک ٹویٹ کا حوالہ دیتے ہوئے لکھاکہ کچھ دنوں بعد 12جولائی کو نواز کا انٹرویو روک دیا گیا۔

سی پی جے نے ان وقعات کی اپڈیٹ میں لکھا کہ اس مہینے بہت سی نیوز نشر ہونے سے روکی گئیں اور جیونیوز کو زبردستی آف ائیر کیا گیا یا ان کا چینل نمبر ملک کے مختلف حصوں میں پچھلے نمبروں پر بھیج دیا گیا۔اس گروپ کے مطابق یہ اقدام وزیراعظم عمران خان کے دورہ واشنگٹن ڈی سی سے چند گھنٹے پہلے اٹھایاگیا۔

صحافیوں کے خلاف ہتک عزت کےکیسز

پی پی ایف نے جنوری 2019اور اپریل2020کے دوران میڈیا کارکنا ن کے خلاف تین ہتک عزت کے کیس رقم کیے ہیں۔

ڈان نے رپورٹ کیا کہ4اگست 2019اسلام آباد کی ایک عدالت نے اینکر پرسن نجم سیٹھی پر وزیراعظم عمران خان کے بارے میں توہین آمیز جملے بولنے پر ہتک عزت کے کیس میں نوٹس جاری کیا۔

اس کے فوراَ بعد سی پی جے نے سیٹھی کا حوالہ دیتے ہوئے کہاکہ 6اگست کو چینلHD24نے نجم سیٹھی شو ختم کردیا جب انتظامیہ کو ایک نامعلوم نمبر سے فون آیا اور شو کو بند کرنے کی مانگ کی گئی۔

6دسمبر کو دی نیوز نے خبر دی کہ کراچی کے ایک جج نے چار افراد کے ناقابل ضمانت وارنٹ جاری کردیے کیونکہ انھوں نے جے ایس بینک کو جعلی پراپیگنڈہ مہم کے ذریعے نشانہ بنایا اور اس ے بعد عدالت کے سامنے پیش نہیں ہوئے۔ان چار افراد میں سےایک اینکر اور ایک پرائیوٹ ٹی وی چینل کے مالک تھے۔

ڈان نے رپورٹ کیا کہ رو‍ں سال 25جنوری کو پی ٹی آئی کے رہنما جہانگیر ترین نے جیو نیوز کے شاہزیب خانزادہ اور اے آر وائی کے وسیم بادامی کو ایک ایک ارب کے ہتک عزت نوٹسز جاری کیے۔ڈان کے بقول یہ نوٹس جعلی خبریں منسوب کرنے کے لیے بھیجے گئے جس سے جہانگیر ترین کے وقار کو نقصان پہنچ سکتا تھا یا پہنچ چکاہےپی ٹی آئی کے لیڈر نے دونوں اینکروں سے عام معافی مانگنے کا مطالبہ کیا اور جو الزامات انھوں نے لگائے انھیں واپس لینے اور اپنے بیانات کی تردید بھی جاری کرنے کا مطالبہ کیا۔خانزادہ کا کہناتھا کہ وہ اپنے شو پر قائم ہیں۔

میڈیا اداروں پر معاشی پابندیاں اور اسٹاف کی ملازمت کی ضمانت

میڈیا ہاؤسز کو اشتہارات کی بندش

میڈیا اداروں کو چپ کرانے کا سب سے کارآمد طریقہ انھیں معاشی کمزور کرنا ہےیہ حربہ حکومت نے میڈیا کے

کچھ اداروں جیسے کہ ڈان اور جیو کے خلاف استعمال کیے ہیں جو کہ حکومت کے سخت ناقد ہیں۔

مئی 2019میں وفاقی حکومت نے ڈان میڈیا گروپ پر اشتہارات پر پابندی لگادی،ایک ایسا حربہ جو کئی نمائندہ گروپوں کی جانب سے تنقید کی زد میں آیا۔سی پی این اینے اپنی تشویش کا اظہار کیا اور اس اقدام کو آزادی اظہار رائے کے خلاف ایک اقدام قراردیا۔

اس سال ایک بار پھر وہی اسٹریٹیجی وفاقی حکومت کی جانب سے اور پی ٹی آئی کی سرکردگی میں پنجاب اورخیبر پختونخواہ کی صوبائی حکومتوں نے استعمال کی۔اے پی این ایسکا کہنا تھا کہ ڈان اور جنگ میڈیا گروپ کو اشتہارات کی فراہمی روکنا آزادی اظہار رائے کے اصولوں کی خلاف ورزی ہیں۔
ڈان گروپ نے حکومت کے اس فیصلے کو سندھ ہائیکورٹ میں چیلنج کیا ہے۔

کارٹونسٹ کی برخواستگی

ستمبر2019میں دی نیشن کی انتظامیہ نے ایک کارٹونسٹ کو بتایا کہ اخبار اب ان کے کارٹون نہیں چھاپے گا۔RFE/RL's Gandharaکے مطابق یہ واقعہ تب پیش آیا جب اس کارٹونسٹ نے وزیراعظم عمران خان کا ایک خاکہ بنایا جس پر کچھ سرکاری عہدیداران کی جاب سے تنقید ہوئی تھی۔

میڈیا اداروں کی بندش

پاکستان میں گزشتہ سال کم از کم تین میڈیا اداروں نے اپنے دروازے بند کردیے۔

جولائی 2019میں دی ہیرالڈ جو کہ ایک سیاسی اور حالات حاضرہ کا رسالہ ڈان میڈیا کے تحت چھپتاتھا،اس نے اپنے خاتمے سے پہلے اپنا آخری شمارہ شائع کیا۔اپنے آخری شمارے میں انھوں نے لکھا:"بالآخر ہم 20شماروں کی وجہ سے 600شماروں تک پہنچنے سے رہ گئے۔دی ہیرالڈ،جس نے اپنا پہلا شمارہ جنوری1970میں شائع کیا ،اس شمارے کے ساتھ اس نے اپنی اشاعت ختم کردی۔اور اس طرح ایک ممتاز کیرئیر جس میں اس نے پاکستان کی بڑی بڑی کہانیاں شائع کیں تھیں اپنے اختتام کو پہنچا۔اکثر اوقات دی ہیرالڈ اکلوتا رسالہ ہوتاتھا جو وہ سب شائع کرتاتھا جس کی جرات کوئی نہیں کرتاتھایا اس کی پرواہ نہیں کرتاتھا"۔

دسمبر 2019میں ایک اور ماہنامہ رسالہ نیوزلائن نے بھی اپنی اشاعت روک دی۔

ڈان نے رپورٹ کیا،اپریل 2020میں کاروباری سیٹھ ملک ریاض نے ناگزیر قانونی اور تکنیکی وجوہات کی وجہ سے آپ نیوز کو بند کردیا۔